ماہنامہ رائے بریلی

پیام عرفات

سب سے بڑا المیہ

''تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشا دکھاتا رہا، ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی، تاریخ عالم اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے کی یہ بات سن لیجیے اور اس کو دلوں اور دماغوں میں امانت سمجھ کر رکھ لیجیے کہ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے، ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے۔اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہوئے ہیں اور اسلام پورے پورے ملکوں سے خارج کردیا گیا ہے''۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مركز الإمام أبي الحسن الندوي
دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

MAR 12

₹ 10/-

بغیر علم کے مسلمان مسلمان نہیں

”آج پوری کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کا مخصوص کلچر ختم ہوجائے، علم سے ان کا رشتہ ٹوٹ جائے، اردو سے وہ ناواقف رہیں، اپنے مخصوص عقیدے اور اسلامی تہذیب سے ان کا واسطہ ختم ہوجائے، اس کی پوری تیاری کرلی گئی ہے کہ مسلمان فکری واعتقادی اور تہذیبی ارتداد میں مبتلا ہوجائیں، اس کا پورا منصوبہ تیار ہے، ایسے سنگین حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان جگہ جگہ مکاتب ومدارس قائم کریں، محلوں اور مساجد میں صباحی وشبینہ مکاتب قائم کیے جائیں، یہ امت محمدی (ﷺ) ہے، علم اور قلم سے اس کا رشتہ جوڑ دیا گیا ہے، بغیر علم کے مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا، قرآن وحدیث علم کے ذریعہ ہمیں جو حقائق بتائے گئے ہیں، ان کے جانے بغیر یہ دین نہیں رہ سکتا، بعض مذاہب اور ان کے پیشوا چاہتے ہیں کہ علم پھیلنے نہ پائے کہ علم میں ان کو اپنی موت نظر آتی ہے، اس کی مثال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں اس واقعہ سے دیا کرتا ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ ایک بار مچھروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں مقدمہ دائر کیا کہ ہوا کی وجہ سے ہم کو پریشانی ہوتی ہے، اور ہم کہیں ٹھہر نہیں پاتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہوا کو حاضر کیا جائے، جب ہوا دربار میں حاضر ہوئی تو مچھر اڑ گئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ جب تک مدعی نہ ہو اس وقت تک فیصلہ نہیں ہوسکتا، یہی حال علم کا ہے کہ جب تک علم صحیح نہ ہوگا اس وقت تک یہ دین باقی نہیں رہے گا۔

اب ہمارا اور آپ کا بنیادی کام یہ ہے کہ علم دین کو پھیلانے کے لیے یا مسلمانوں کو مسلمان باقی رکھنے کے لیے، آئندہ نسلوں کے دین اور عقیدے اور تہذیب اور اسلامی تشخص کی حفاظت اور بقاء کے لیے بڑے پیمانے پر دینی مکاتب اور مدارس قائم کریں، اپنے بچوں کو کفر وایمان کا فرق بتائیں، شرک و بت پرستی کی شناعت ان کے دل ودماغ میں بٹھادیں، اور اس بات کی ضمانت حاصل کریں کہ ہمارے بچے آئندہ اسلام پر قائم رہیں گے۔“

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

جلد نمبر/۴ — مارچ ۲۰۱۲ء - ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ — شمارہ نمبر/۳

فہرست مضامین

مسلم اسکولوں کی ضرورت ۲

بلال عبدالحی حسنی ندوی ....

اخلاقی دیوالیہ پن ۳

مولانا عبداللہ عباس ندویؒ ....

شرعی احکام کی پابندی مسلمانوں کے مسائل کا حل ۴

مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ ....

تعمیر قوم کی فکر ۶

مولانا عبدالرحمٰن نگرامیؒ ....

صلیبی جنگ کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک ۷

پروفیسر محمد اجتباء ندویؒ ....

دعوت فکر وعمل ۹

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی ....

ایمان کی حقیقت ۱۱

بلال عبدالحی حسنی ندوی ....

بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت-قرآن کریم کی روشنی میں ۱۳

عبدالسبحان ناخدا ندوی ....

قسم اور نذر کے شرعی احکام ۱۶

مفتی راشد حسین ندوی ....

آپ کے دینی سوالات اور ان کے جوابات ۱۸

مغربی ممالک میں حجاب پر پابندی ۱۹

محمد نفیس خاں ندوی ....

مرکز الإمام أبي الحسن الندوي

سرپرست

حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

(صدر، دارِعرفات)

نگراں

مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ

(جنرل سکریٹری، دارِعرفات)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخدا ندوی

محمود حسن حسنی ندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

فی شمارہ: ۱۰ روپئے — سالانہ: ۱۰۰ روپئے

www.abulhasanalinadwi.org

Fax: 0535-2211386

Mail: markazulimam@gmail.com

مرکز الامام أبي الحسن الندوي دار عرفات ،تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی) ۲۲۹۰۰۱

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ''پیام عرفات''

مرکز الامام أبي الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

اداریہ

مسلم اسکولوں کی ضرورت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مسلمانوں کے عروج وزوال کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب جب مسلمانوں نے سنجیدگی کے ساتھ ترقی کے لیے ٹھوس اقدامات کیے ہیں وہ آگے بڑھے ہیں لیکن آج مسلمانوں کا حال یہ ہوتا چلا جارہا ہے کہ بجائے مضبوط اور ٹھوس قدم اٹھانے کے وہ ایسے کاموں میں پڑجاتے ہیں جوان کو بجائے آگے بڑھانے کے پیچھے کی طرف ڈھکیل دیتے ہیں۔

قریبی دہائیوں میں اگر مسلمانوں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو بہت کم ایسے کاموں کا تناسب نظر آتا ہے جنہوں نے مسلمانوں کی ترقی کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کی ہوں، چند بنیادی اور مضبوط اقدامات کو اگر ایک کردیا جائے تو میدان خالی نظر آتا ہے۔

قوموں کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے اور عروج تک پہنچنے کے لیے بہت طویل پلاننگ کرنی پڑتی ہے، بعض مرتبہ کئی کئی صدیاں گزرجاتی ہیں، پھر نتائج سامنے آتے ہیں، ہم مسلمانوں کا ذہن آج ایسا بن گیا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کل ہماری محنت کا نتیجہ ہمارے سامنے آجائے اور اس کے لیے ہم ایسے کاموں میں لگ جاتے ہیں جن سے دیرپا نتائج حاصل نہیں ہوسکتے، اور بعض مرتبہ کچھ فوائد حاصل ہوجاتے ہیں لیکن اس کے بعد بڑے نقصانات بھی ہمیں جھیلنے پڑتے ہیں۔

ہر ترقی یافتہ قوم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ترقی کی شاہِ کلید ''علم'' ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس حقیقت کو آج بڑی حد تک فراموش کررکھا ہے، جب کہ اسلام نے سب سے پہلے اس کی اہمیت بتائی ہے اور سب سے پہلی وحی میں ''علم'' اور ''قلم'' ہی کا تذکرہ کیا ہے، اور مسلمانوں نے جب یہ حقیقت سمجھی تھی تو دنیا کے افق پر وہی چھائے ہوئے نظر آرہے تھے، اور جب جہالت اور جاہلیت نے بال وپر نکالنے شروع کیے تو مسلمان پھر زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹتے گئے اور دنیا میں بے حیثیت ہوکر رہ گئے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کی داستان یہیں سے شروع ہوئی اور سخت سے سخت حالات گذرنے کے باوجود بھی ابھی تک پوری طرح ادھر ہم مسلمانوں نے توجہ نہیں کی، مسلمانوں کی کئی آبادیاں اس کی گواہ ہیں، کئی کئی ہزار کی آبادی والے علاقوں میں اگر مسلم اسکول یا مناسب مدرسہ تلاش کیا جائے تو ملنا مشکل ہے اور بعض بعض لاکھوں کی آبادی والے علاقہ بھی اس سے محروم ہیں، چٹخارے والے کام ہم کو پسند ہیں لیکن ایسے ٹھوس کام جن سے پوری ملت کو فائدہ پہنچے وہ ہمارے حلق سے نہیں اترتے، اس لیے کہ یہ اس میں شروع ہی سے بہت پتہ ماری کی ضرورت پڑتی ہے، اور بعض مرتبہ بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں لیکن یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ بغیر قربانی اور ایثار کے نہ کوئی قوم ابھری ہے اور نہ دنیا کے منظر نامہ پر اس کو کوئی مناسب جگہ مل سکی ہے۔

اس ملک میں مسلمانوں کی اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ ہر طبقہ میں علم کی روشنی پہنچانے کی فکر کی جائے، مسلمانوں میں اس کی بیداری پیدا کی جائے اور ہر سطح سے اس سلسلہ میں محنت کی جائے، اس میں سب سے زیادہ ضرورت مسلم اسکولوں کی ہے، جہاں ٹھوس تعلیم دی جائے اور ذہن کی دینی تربیت کا انتظام کیا جائے، تاکہ یہ بچے آگے چل کر مسلمانوں کے لیے بہتر سے بہتر مستقبل کے طور پر سامنے آئیں، شروع ہی سے اگر توجہ نہ کی گئی تو آگے کی تعلیم اس کے بغیر ممکن نہیں ہے اور کثرت سے ایسا ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے اعلیٰ تعلیمی اداروں سے، بجائے مسلمانوں کے دوسرے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مسلمانوں میں اسی نسل کی کمی ہے جو اس خلا کو پر کرسکتی ہو، اس لیے سب سے بڑی ضرورت اس نسل کو تیار کرنے کی ہے اور یہ ضرورت صرف بہتر سے بہتر اسلامی اسکولوں سے پوری ہوسکتی ہے، اس کے لیے الحمدللہ مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی ہے، لیکن ابھی کام بہت باقی ہے!

مولانا عبداللہ عباس ندویؒ

اخلاقی دیوالیہ پن

کہا جاتا ہے اور سچ کہا جاتا ہے کہ جسم و جان کے خالق نے ہر ذی روح کے اندر ایک طاقت ودیعت کردی ہے کہ جسم کی دنیا میں کوئی دشمن سر اٹھائے تو اس کو ختم کردے اور واضح انداز میں یہ کہیے کہ جب جسم میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، تو انسان کے اندر ایک قوت مدافعت بھی بخشی گئی ہے جو مرض کا مقابلہ کرکے اس کو فنا کردیتی ہے۔ دوا کا کام صرف اتنا ہے کہ اس بخشیدہ طاقت کی مدد کرے، لیکن نظام فطرت کی مسلسل نافرمانیاں اور قوانین صحت کی پیہم مخالفت و معصیت، انسان سے اس کی قوت مدافعت سلب کر لیتی ہے، یہ مدافعانہ قوت (جس کو عربی میں مناعہ اور انگریزی میں **Immune** کہتے ہیں) جب تباہ ہوجاتی ہے تو پھر اس کو دوبارہ نہیں حاصل کیا جاسکتا، یہ قطرۂ اشک کی مانند ہے جو اگر ایک بار آنکھ سے ٹپک جائے تو پھر آنکھ میں واپس نہیں کیا جاسکتا، درخت کا کوئی پتہ جہاں خشک ہوجائے تو پھر اس کی رگوں میں حیات کی سرسبزی نہیں پیدا کی جاسکتی۔

ایڈز، پر یورپ و امریکہ بلکہ تمام ملکوں میں بیسیوں سیمنار اور سیکڑوں ورکشاپ ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں، مگر اب تک یہی عالم ہے کہ ”ڈور کو سلجھا رہے ہیں اور سرا ملتا نہیں“۔

یہ ایڈز بہت بڑھ گیا ہے، پھیل رہا ہے، ہر ملک میں عام ہو رہا ہے، اس کے لیے حکمائے فرنگ بھی سر جوڑ کر بیٹھے ہیں، دانش وران مشرق بھی سرگرداں ہیں، مگر ایڈز کی ایک قسم اور بھی ہے، زیادہ سنگین اور تباہ کن، اخلاق و ضمیر انسانی کا ایڈز، مریض دیکھنے میں چست و چالاک، فربہ و تنومند، خوش پوش و خوش حال نظر آتا ہے مگر ”روح انسانیت“ جاں بہ لب ہوتی ہے، ضمیر آدمیت سے قوت مدافعت سلب ہوجاتی ہے:

جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب
دل نزع کی حالت میں، خود پختہ و چالاک

ایک قدیم عرب شاعر نے بڑے پتہ کی بات کہی تھی:
”مالجرح بمیتٍ ایلام“ (مردہ جسم کے زخموں پر ٹانکا نہیں لگایا جاتا)

جسمانی امراض کے علاج کے لیے قدرتی انتظام اگر فطری نظام دفاع ہے تو ضمیر اور روح انسانیت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک قوت مدافعت بخشی ہے، جس کو بلیغ زبان میں نہیٰ کہا گیا ہے۔

﴿إن في ذلك لآيات لأولي النهىٰ﴾ (طٰہٰ: ۵۴) (ان چیزوں میں عقل والوں کے لیے قدرت الٰہیہ کی نشانیاں ہیں)۔

جس لفظ کا ترجمہ عقل، کیا جاتا ہے، وہ لفظ نہیٰ ہے، اس کی تشریح لسان العرب میں یہ ہے ”**العقل سمی بالنهیٰ لانه ینهیٰ عن القبیح و عن کل ما ینافیه**“ (عقل کو نہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ رذائل سے اور ہر اس چیز سے روکتی ہے جو انسانیت کے منافی ہے)۔

اور جب ضمیر سے یہ نہیٰ (**Immune**) ختم ہوجائے تو گویا اس کے ہاتھ سے کنٹرول میں رکھنے والی قوت ختم ہوگئی، اب اس کے لیے ضمیر، انسانیت، شرافت، اخلاق، اصول پسندی سب بیکار اور بے معنی الفاظ ہیں، جو صرف تقریروں میں استعمال ہوتے ہیں، جس طرح ہمارے شعرائے کرام مصرعہ کا وزن برابر رکھنے کے لیے لفظ زائد (حشو) لے آتے ہیں جس کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ ضرورت شعری ہے، اسی طرح زعمائے ملت، پاسبان قوم، رہنمایان عوام جب مرض جہالت اور بے روزگاری سے جنگ کرنے کا اعلان کرتے ہیں تو وہ ضرورت شعری کے وزن پر ضرورت سیاسی کا تقاضہ ہوتا ہے، اگر آپ کو اس میں شبہ ہو تو اسمبلیوں میں ان کی نوک جھونک سے شروع ہوکر برہنہ گفتاری اور لٹھ بازی کی داستان پڑھ لیجیے، سیاسی مریضوں کا آپس میں سوقیانہ انداز کا گالی گلوج (تبادلۂ شتائم) اور لٹھ بازی (یا کرسی بازی)، آئے دن ان کا چولا بدلنا، سیاسی نظریات کی علانیہ خرید و فروخت، نامزد جرائم پیشہ کو صرف ووٹ کے ذریعہ وزارت دینا اسی اخلاقی ایڈز کی علامتیں ہیں جس کا شکار عوام سے زیادہ خواص اور پبلک سے زیادہ لیڈر ہیں جو زبان حال سے اعلان کرتے ہیں کہ اخلاقی گراوٹ یا کرپشن کا حق لیڈروں کے لیے خاص ہے، عوام کو اس میں دست اندازی نہ کرنا چاہیے۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

شرعی احکام کی پابندی

مسلمانوں کے مسائل کا حل

مسلمان اور مسلم اپنے معنی کے اعتبار سے اس شخص کو متعین کرتا ہے جو اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حکم ومرضی کے حوالہ کردے عربی زبان میں اسلام کے معنی حوالہ کردینے سپرد کردینے کے ہیں، اس طرح اصلاً مسلم اس شخص کو کہیں گے جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے سپرد کردیا کہ ہم وہی کریں گے جو ہمارا پروردگار چاہتا ہے ہم وہی کریں گے جس کی پروردگار نے ہم کو اجازت دی ہے، جب ہمیں خود سپردگی یعنی اپنے کو اپنے رب کی مرضی کے حوالہ کرنا ہے تو ہم کو یہ جاننے کی ضرورت ہوگی کہ ہمارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ کیا حکم دیا ہے؟ اور کس طرح کا عمل وہ ہماری زندگی کے لیے پسند کرتا ہے؟

لیکن ہو یہ رہا ہے کہ محض مسلمان گھر میں پیدا ہوجانے پر مسلمان عموماً مطمئن ہوجاتا ہے اور محض اس بات پر وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم مسلم ہیں اور جب ہم مسلم ہیں تو اللہ پر گویا ہمارا یہ حق بن جاتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ضرور رحم اور عنایت ومدد کا معاملہ کرے کیونکہ ہم مسلم ہیں لیکن اس بات کو عام طور پر بھلادیا جاتا ہے کہ مسلمان (مسلم) کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ مسلمان ماں باپ کے یہاں پیدا ہوگیا بلکہ مسلمان کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے سپرد کردیا لہذا ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ کیا ہم نے اپنے کو اللہ کے حکم کے سپرد کیا ہے؟ یعنی اپنی مرضی پر اپنے پروردگار کی مرضی کو ترجیح دی ہے؟ مسلمان کی شان یہ بتائی گئی ہے بلکہ اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کو اللہ اور رسول ﷺ سے اتنی محبت ہو کہ وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور اپنے گھر والوں سے بھی زیادہ ہو حدیث میں آتا ہے: "لا یومن احدکم حتی أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین".

اور جب ہمیں حضور ﷺ سے ایسی محبت ہوگی تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات کی ہم خلاف ورزی نہیں کرسکتے بلکہ ہم کوئی بھی ایسا عمل نہیں کرسکتے جو ہمارے حضور ﷺ کی ہدایت وارشاد کے خلاف ہو یا جس کو آپ ﷺ نے ناپسند کیا ہو اور اگر ہم حضور ﷺ کی پسند کے خلاف کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہمیں اصلاً حضور ﷺ سے وہ محبت نہیں ہے جس محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ یہ محبت اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ کی محبت سے بھی زیادہ ہو۔

اس سلسلہ میں اولاً یہ ضروری ہے کہ ہمیں ان احکام کو معلوم کرنا چاہیے جن احکام پر عمل کرنے میں حضور ﷺ کی تعمیل حکم ہے اور جن پر عمل کیے بغیر حضور ﷺ سے ہماری محبت ثابت نہیں ہوتی اور نبی کریم ﷺ کی محبت اگر ہم کو حاصل نہیں ہے تو آخرت میں ہم کو کیا فائدہ حاصل ہوسکے گا؟ آخرت میں نجات اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ ہم کو آپ ﷺ کے حکموں پر چلنا ضروری ہے۔

صرف احکام معلوم کرلینے سے کام نہیں چلتا مسائل کو جاننا ضروری اس لیے ہے کہ اس کے ذریعہ ہی ہم عمل کرسکتے ہیں لیکن اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہماری زندگی میں وہ احکام نافذ ہوں اور ہماری زندگی میں ان کا عمل دخل ہو اس بات کو سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت، مدد، رحمت اور کرم کا وعدہ اچھے اعمال پر کیا ہے، اچھے اعمال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی تعمیل کی جائے اور جب ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا تب ہی اللہ کی مدد اللہ کی نصرت اللہ کا کرم ہم پر ہوگا اور اگر خدانخواستہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی نہیں کرتے بلکہ انہیں نظرانداز کرتے ہیں، اللہ کے

رسول ﷺ کی ہدایات کے خلاف کرتے ہیں، تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم کی توقع نہیں رکھنی چاہیے، ہم اس کی نافرمانی کریں وہ ہم پر کرم کرے، یہ کیسے ہوگا؟ کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے؟ ہمیں اپنی زندگی کا اصل میں جائزہ لینا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں پر کہاں تک عمل کررہے ہیں؟ ہم ان کی مرضی کو اپنی مرضی پر کہاں کہاں ترجیح دے رہے ہیں؟ اگر ان کی مرضی کو ہم اپنی مرضی پر ترجیح نہیں دیتے تو یہ اطاعت نہیں کہلائے گی، اطاعت وہاں کہلائے گی جہاں ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کو ہر چیز پر ترجیح دیں، خرچ کا معاملہ ہو، آمدنی کا معاملہ ہو، کسی سے معاملہ کرنے کی بات ہو یا کوئی اور معاملہ ہو زندگی کے بے شمار پہلو ہیں، ہمیں ہر پہلو میں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ ہم اللہ کی مرضی کو ترجیح دیں اور جس حد تک ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی پر عمل کریں گے، اسی حد تک اللہ کی نصرت اس کی مدد اور اس کا کرم ہم کو حاصل ہوگا، اور اگر ہم اسلام کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہم کو یہ بات نظر آئے گی کہ جب تک مسلمانوں نے اچھی زندگی کا ثبوت دیا تب تک انہیں اللہ کی مدد ونصرت اور کرم حاصل ہوا قرآن مجید میں صاف صاف اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اچھے عمل کروگے تو ہم تم کو نہال کردیں گے اور بُرے عمل کروگے تو تمہارا مواخذہ کریں گے اور تم کو سزا دیں گے اور مسلمانوں کے حالات بتاتے ہیں کہ ان کی مشکلات ان کی پریشانیاں ان کے نقصانات اور ان کی بے عزتیاں جہاں بھی ہم کو ملتی ہیں ہم ان کے متعلق تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ تھا یہاں انسان کا معاملہ اپنے رب سے ہے، اس نے اگر اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی تو حالات بدل جاتے ہیں، یہ سارا عالم اللہ تعالیٰ کا غلام ہے یہ دنیا اور سارا عالم ہمارے لیے اسی وقت سازگار رہوگا جب ہم اللہ کے حکموں کے ساتھ اپنے حالات کو سازگار بنائیں گے۔

لہٰذا اصل ضرورت یہ ہے کہ ہم علماء سے مسائل معلوم کرکے اپنی زندگیوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کا پابند بنائیں اور جو مسائل ہیں ان کے جو شرعی حل ہیں اور شریعت اسلامیہ میں ان کا جو طریقہ بتایا گیا ہے، ہم ان کو سمجھ کر ان کو اپنائیں۔

آپ تاریخ پڑھ ڈالیے آپ دیکھیں گے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ عروج وزوال کی تاریخ رہی ہے، بڑے مسائل بھی پیش آئے ہیں، بڑے اچھے حالات بھی پیش آئے ہیں، ان کا آپ جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ جب اللہ کی مرضی کے مطابق زندگیاں گزری ہیں تو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئی ہیں اور عزت ملی ہے اور جب نافرمانی کی ہے تو مسائل اور دشواریاں مشکلات اور پریشانیاں سامنے آئی ہیں۔

آج امت کا حال یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکموں کی فرمانبرداری میں اس کو جس معیار پر ہونا چاہیے اس وقت اس معیار پر نہیں ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری زندگی میں طرح طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں، اگر ہم ان پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان میں ہماری بے توجہی کو بہت دخل ہے، ہم کو چاہیے کہ ہم خود اپنی زندگیوں کا جائزہ لے کر انہیں شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں، کیونکہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

شریعت اسلامی کے جو احکام ہیں ان میں علماء کا فریضہ تو یہ ہے کہ ان کے لیے تحفظ کی اور ان کی تعلیم واشاعت کی جو ضرورت ہو اس کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر فکر کریں اور عامۃ المسلمین اور سارے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ احکام معلوم کرکے ان پر عمل کریں اور اپنی زندگیوں میں ان کو نافذ کریں، اس لیے کہ ان کو نافذ کرنے ہی پر اس دنیا میں عزت ہے اور آخرت میں کامیابی ہے اور مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں رکھی ہیں، ایک تو یہ کہ اس دنیا کے اندر بھی ان کو عزت حاصل ہو اور دوسرے یہ کہ آخرت میں بھی ان کو کامیابی اور سرخ روئی حاصل ہو، اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب میں مبتلا نہ ہو اور اسی کے ساتھ یہ ہے کہ یہ زندگی بھی عزت وراحت کے ساتھ گزرے، لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب ہم اس پر عمل کریں گے............ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

تعمیر قوم کی فکر

مولانا عبدالرحمٰن نگرامی

زندگی صرف چلنے، پھرنے، کھانے اور سورہنے کا نام نہیں ہے، یہ تو ناپاک سے ناپاک جانور اور حقیر سے حقیر کیڑا بھی کرلیتا ہے،، زندگی جیسا کہ سب کو تسلیم ہے کام کا، خدمت کا، ایک دوسرے کی بھلائی کرنے کا، اور سب سے آگے اور سب سے پیچھے اپنے مالک کی پہچان حاصل کرنے کا نام ہے، اب بھی دنیا کی جن قوموں کو لوگ زندہ کہتے ہیں، اگرچہ وہ بھی زندگی کی بہت سی اونچی برکتوں سے محروم ہیں، مگر کچھ نہ کچھ چیزیں ان میں ضرور ایسی ہیں جن کو زندگی کا نشان کہا جاسکتا ہے، یہ بحث دوسری ہے کہ جس زندگی کے آثار نظر آرہے ہیں وہ بھلی ہے یا بُری کم سے کم ان قوموں کے اس طرز زندگی میں ہم کو یہ سبق تو مل سکتا ہے کہ اگر دنیا کے وہ حصے جن کی بڑائی دوسری قوموں کے ہضم کرنے، ملکوں کو سمیٹنے اور ساری زمیں کی دولت زبردستی اپنے قبضہ میں کرلینے میں ہے اور جن کے بہت سے کاموں کو ہم پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، اپنے کاموں کو اس جوش، اس انہاک اور اس سرگرمی سے انجام دیتے ہیں تو پھر ہم جو اپنے مذہب کے روسے اور اپنی پاک کتاب کی ہدایت سے دنیا میں نیکی پھیلانے کے لیے ہیں، کیوں اپنے کام کو پورا کرنے اور اپنے فرض کو ادا کرنے میں کاہل، سست اور غافل ہیں، ادائے فرض اور اپنی اصل خدمت دینی کا بجالانا تو بڑی بات ہے، اس معاملہ میں تو ایک عام غفلت ہے، بہت سے لوگ تو ایسے ہیں کہ اس بارے میں کم سے کم جو بات کی جاسکتی ہے اس سے بھی بھاگتے ہیں۔

اور کچھ رسم ورواج ہیں جو پورے ہوتے جاتے ہیں، نہ اس سے واسطہ کہ ہم مسلمان ہیں، ہمیں خود اپنی ذات کے لیے اسلام کے مطابق کیا کرنا چاہیے؟ دوسرے مسلمان کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ ہم اپنی آبادی کی بھلائی اور نفع کے لیے کیا کرسکتے ہیں؟ نہ اس سے تعلق کہ ہم کو اپنے آباء واجداد کا جو ترکہ ملا ہے اس کے باقی رکھنے اور محفوظ کرنے کی کیا تدبیریں ہیں، دنیا میں سرتا سر ڈوبے ہوئے لیکن دنیا سے ناواقف، اس قسم کے سیکڑوں اور ہزاروں آدمی ہم مسلمانوں کی بربادی میں اضافہ کررہے ہیں، شمار اور گنتی ان کی زندہ لوگوں میں کی جاتی ہے مگر زندگی کی کشمکشوں سے وہ ہر طرح کا چھٹکارا حاصل کیے ہوئے ہیں، حالانکہ دین اور دنیا کے کسی پہلو سے بھی وہ اپنی زندگی کو بیکار گذارنے کی اجازت نہیں پاسکتے، یہ لوگ اگر کبھی کبھی اس پر غور کرلیا کریں کہ ہم کس لیے بنائے گیے ہیں، دنیا کی آبادی میں ہمارا اضافہ کس مقصد سے ہوا ہے، ہم کو ہاتھ، پیر، عقل، دماغ سب کام میں اور نیک کاموں میں لگانے کے لیے عطا ہوا ہے تو یہ ہمارے جسم کے مفید عضو بن سکیں گے، ہم اس موقعہ پر خالص ان کاموں پر زور ڈالنا نہیں چاہتے جن کا تعلق محض روحانی پاکیزگی سے ہے، بلکہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کو ذاتی آرام وآرائش کے سوا کسی نہ کسی قدر اپنی جماعت اور اپنے گروہ کے لیے مفید بنادے، تعلیم پھیلانا، تجارت کی رغبت دلانا، ہنر اور پیشوں کے سیکھنے کا شوق پیدا کرانا، سب ہی کام جو اس زمانہ میں قومی ترقی کے اسباب میں شمار کیے جاتے ہیں، ہوسکتے ہیں، ہمارے یہ معطل اور بیکار بیٹھنے والے بھائی اگر صرف تھوڑی تھوڑی سی توجہ کریں تو اپنے کو بھی درست کرلیں، اور اپنے ساتھ کتنوں کی درستی کی خدمت انجام دیں، ہمارے کہنے کا یہ منشا نہیں کہ سب ہی قومی رہنما بن جائیں، اور ہر آبادی میں سیدھے اور سادہ آدمیوں کی جگہ تجاویز پاس کرنے اور گرم تقریر کرنے والے پیدا ہوجائیں، مقصود تو صرف اتنا ہے کہ کاہلی کی زندگی اور کھا پی کر صبح وشام کرنے کی زندگی کا خاتمہ ہونا چاہیے، کہ اس سے خود اس کی ذات کو اس کے وابستگان کو اور دوسرے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے.............. (باقی صفحہ ۱۲ پر)

پروفیسر محمد اجتباء ندوی

صلیبی جنگ کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک

آپ نے صلیبی جنگوں کے خون آشام لرزہ خیز اور دردناک واقعات سنے ہوں گے، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری مسلمانوں کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ پورا یورپ اپنے بادشاہوں، پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کی سرکردگی میں زبردست لشکرِ جرار کے ساتھ قبرِ مسیح کے تحفظ کے نام پر عالم اسلام پر حملہ آور ہوا، اور اس نے رحم وکرم انسانی اخلاق ومروت کو بالائے طاق رکھ کر ایسے شرمناک اور اخلاق سوز کردار کا مظاہرہ کیا کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے، صلیب کے نام پر ظلم وجور اور سنگدلی وشقاوت کی ایک ایسی داستان ہے کہ جس کی توجیہ خود یورپ اور عیسائی دنیا کے انصاف پسند مؤرخین بھی نہ کرسکے۔ آیئے! اس مختصر سے وقفہ میں سرسری نظر ڈالتے چلیں اور دیکھیں کہ مسلمان سربراہوں اور باشندوں کا کیا موقف تھا، اور نوشتہ تاریخ نے کیسے کیسے خوشنما اور دل آویز نقوش ثبت کیے ہیں۔

عیسائی دنیا ہاتھوں میں صلیب لیے ہوئے دوبارہ حملہ آور ہوئی اور شام کے مشہور شہر معرۃ النعمان کا محاصرہ کرلیا۔ مسلمان باشندے ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوئے، عیسائی سربراہوں سے انہوں نے جان مال وآبرو کا پختہ وعدہ حاصل کرکے شہر کے دروازے کھول دیے مگر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان درندہ صفت صلیبیوں نے قتل وغارتگری اور بدعہدی کا بدترین مظاہرہ کیا، مغربی مؤرخین کا اندازہ ہے کہ اس واقعہ میں قتل کیے جانے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ تھی، اس ہولناک حادثہ کے بعد صلیبی لشکر نے بیت المقدس کا رخ کیا اور اس کا محاصرہ کرلیا، چند روز کے بعد قدس کے باشندوں کو محسوس ہوا کہ انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑے گا، چنانچہ انہوں نے صلیبی سپہ سالار سے جان ومال کی امان طلب کی تو اس نے اپنا جھنڈا دیا کہ وہ مسجد اقصیٰ کے بالائی حصہ میں نصب کردیں اور بے خوف ہوکر دروازہ کھول دیں، صلیبی لشکر نے شہر میں داخل ہوتے ہی اپنے مجرمانہ کرتوت شروع کردیئے، شہری باشندوں نے مسجد اقصیٰ میں پناہ لی مگر وہاں بھی وہ نہ بچ سکے اور ایک ایک کرکے سب ذبح کردیے گئے، مسجد خون سے لبریز ہوگئی، شہر کی گلیاں اور سڑکیں انسانی خون کھوپڑیوں اور کٹے ہوئے اعضاء سے پٹ گئیں، مؤرخوں کا بیان ہے کہ صرف مسجد اقصیٰ کے اندر قتل کئے جانے والوں کی تعداد ستر (۷۰) ہزار تھی، ان شہید ہونے والوں میں سے امام علماء، اولیاء اور بزرگوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی تھے، مغربی مؤرخین نے اس کو تسلیم کیا ہے بلکہ بہت سوں نے اس واقعہ کا فخر کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد مسلمانوں کا کردار بھی ملاحظہ کیجیے، اس المناک حادثہ کے نوے برس بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس فتح کیا، شہر کے اندر ایک لاکھ یورپی عیسائی مقیم تھے، ان کو جان ومال کی امان دی اور باحیثیت افراد سے بہت ہی معمولی رقم لے کر چالیس دن کے اندر شہر سے چلے جانے کا موقع دیا، چوراسی ہزار عیسائی اپنے بھائیوں سے جاملے، غریبوں کی ایک بڑی تعداد کو بغیر تاوان دیے چلے جانے دیا، سلطان صلاح الدین کے بھائی ملک صالح نے دو ہزار عیسائیوں کا اپنی جیب سے فدیہ ادا کیا اور عورتوں کے ساتھ اتنا باعزت اور شاندار برتاؤ کیا کہ آج اس ترقی یافتہ دنیا کا کوئی سربراہ اس کے بارے میں سوچ نہیں سکتا، آخر میں یورپ کا بڑا پادری شہر سے جانے لگا تو اس کے ہمراہ گرجا گھروں، مسجد اقصیٰ، گنبد صخرہ اور قیامہ چرچ کی اتنی بڑی دولت تھی جس کا علم صرف خدائے عزوجل ہی کو تھا، صلاح الدین کے کچھ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اتنی بڑی دولت

لے جانے کی اجازت نہ دی جائے، سلطان نے جواب دیا کہ "میں عہد شکنی نہیں کروں گا"، اور اس بڑے پادری سے بھی فدیہ کی وہی رقم وصول کی جو ایک عام آدمی سے لی تھی۔ آیئے! سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا ایک اور بے مثال کردار ملاحظہ کیجیے: "صلیبی لشکر کے ہمراہ مغربی عوام کی ایک بڑی تعداد اپنے عقیدہ کے مطابق مسیح کی زیارت اور بیت المقدس مین قیام کے شوق میں آئی تھی، مسلمانوں نے جب بیت المقدس فتح کر لیا اور صلیبی فوج اور عوام بیت المقدس سے باہر نکلے تو حیران و پریشان تھے کہ کہاں اور کس راستہ سے جائیں، خوف وڈر سے ان کے دل کانپ رہے تھے، سلطان نے ان کا یہ حال دیکھ کر ان کو مسلمان فوج کی نگرانی میں صلیبی ٹھکانوں صور وصیدا تک بڑی عزت وامان کے ساتھ روانہ کیا حالانکہ وہ ان کے ساتھ حالات جنگ میں تھا، عورتوں کی ایک بڑی تعداد جو فدیہ ادا کر چکی تھی سلطان صلاح الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہم ان عیسائی قیدیوں اور قتل کئے جانے والے فوجیوں کی یا تو بیویاں ہیں یا مائیں ہیں یا لڑکیاں ہیں اور ہمارا ان کے سوا نہ کوئی سرپرست ہے نہ خبر گیری کرنے والا، سلطان انہیں روتا ہوا دیکھ کر خود بھی رویا اور حکم دیا کہ ان کے آدمیوں کو تلاش کیا جائے جو مل گئے ان کو ان کے حوالے کر کے رہا کر دیا اور جن کے سرپرست مارے گئے تھے انہیں بہت سارا مال دے کر ان سب کو صلیبی پناہ گاہوں اور شہروں صور وعکا پہنچا دیا، یہ عورتیں جہاں جاتیں سلطان صلاح الدین کی عظمت اور حسن اخلاق کے گن گاتیں۔ آیئے! اس صورتحال کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کیجیے۔ صلیبی جنگ جو بیت المقدس اور فلسطین کے دوسرے شہروں میں پسپا ہو کر انطاکیہ چلے گئے، کچھ ہی مدت کے بعد غریب مغربی عیسائیوں کی ایک تعداد انطاکیہ پہنچی اور اس کے عیسائی گورنر سے پناہ کی طلبگار ہوئی، اس نے انتہائی بے رحمی اور سختی کے ساتھ پھٹکار دیا اور کسی قسم کی مدد کرنے سے انکار کر دیا، یہ سب کئی عیسائی حکام کے پاس گئے مگر کسی نے ان کی مدد نہ کی، در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے، آخر میں مسلمانوں نے ان کو پناہ دی، کچھ مغربی عیسائی طرابلس کے لاطینی حکمراں سے پناہ کے طالب ہوئے، اس نے بھی انہیں صاف جواب دے دیا، کچھ درباریوں اور حاشیہ نشینوں کو ان کے پیچھے لگا دیا، ان لوگوں نے انہیں شہر سے باہر نکال دیا اور ان کے وہ مال ومتاع جو انہیں مسلمانوں نے دیے تھے چھین لیے اور انہیں نان جوئی کا محتاج بنا دیا، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے معجز نما کارناموں اور اعلیٰ کردار کو دیکھ کر مغربی مؤرخیں انگشت بدنداں ہیں کہ دنیا کی پوری عیسائی آبادی اس کے خلاف اعلان جنگ، اسلامی سلطنت کو تباہ وبرباد کردینے کا عزم کر رکھا تھا اور وہ اتنے ناقابل یقین برتاؤ کرتا رہا خود مغربی مؤرخین کی زبانی مسلمان حکمراں اور صالح بادشاہ صلاح الدین ایوبیؒ کی اعلیٰ ظرفی اور دشمن نوازی کا یہ نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیے: صلیبی فوجوں کا سپہ سالارِ اعظم اور قائد اعلیٰ انگلینڈ کا بادشاہ شیر دل رچرڈ بیمار پڑا، سلطان کو اس کی بیماری کی خبر ملی، اپنے خاص معالج کو اس کے علاج کے لیے بھیجا اور اس کے ہمراہ دواؤں کے علاوہ میوے اور پھل بھی بھیجے کیونکہ رچرڈ کو وہاں آسانی سے پھل ومیوے میسّر نہ آسکتے تھے۔

یورپی مؤرخین ہی ذکر کرتے ہیں کہ ایک مغربی عورت روتی چیختی سلطانِ اسلام کے خیمہ کے سامنے آکھڑی ہوئی، سلطان نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے، اس نے بلبلاتے اور روتے ہوئے بیان کیا کہ دو مسلمان فوجیوں نے اس کے بچے کو پکڑ لیا ہے، سلطان یہ سن کر رو پڑا اور بچے کی تلاش مین فوراً آدمی روانہ کیے، ان آدمیوں نے بچہ لا کر ماں کے حوالہ کیا، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اس کو تحفے تحائف کے ساتھ فوج کی نگرانی میں بحفاظت صلیبی چھاؤنی میں پہنچا دیا۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت بایزید بسطامیؒ کا مقولہ

"اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ اعلیٰ درجہ کی کرامتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے، ہوا میں اڑ رہا ہے، تب بھی اس کے دھوکہ میں نہ آنا جب تک نہ دیکھ لو کہ شریعت کے احکام اور سنت کی پیروی میں میں اس کا کیا معاملہ ہے" (البدایہ والنہایہ ۱۱/۳۵)

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

دعوت فکر و عمل

بات اگر اپنی ہو تو دل لگتا ہے، تو کیوں نہ آج اپنی ہی بات کی جائے؟ اپنے حالات کا جائزہ کیوں نہ لیا جائے؟ اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی نشاندہی کیوں نہ کی جائے؟ مجلس اپنی ہے، غیر کا یہاں گذر نہیں، کچھ چھپانے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں، بڑی طاقتوں، ان کے منصوبوں اور سازشوں اور ان کی اسلام دشمن پالیسیوں کے تذکرہ سے تو اخبارات ورسائل بھرے رہتے ہیں، ان مسائل کو گفتگو کا موضوع بنانے سے کیا حاصل جو حکومت اور ذمہ داران سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم سوائے غصہ کے اظہار اور جذبات کی تسکین کے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کو اپنی فکر کرنے چاہیے اور اپنی زندگیاں میں تبدیلی لانے میں کامیاب ہو گئے تو دشمن کے یہ سارے منصوبے، ان کی یہ پالیسیاں، ان کو حاصل یہ سارے وسائل، ذرائع ابلاغ پر ان کی یہ فوجی برتری ان کے کچھ کام نہ آئے گی، ماضی کے واقعات اس پر شاہد ہیں اور تاریخ کی کتابوں میں وہ سب محفوظ ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جگہ جگہ ناکام ہیں اور ہمیں اپنی ناکامی کا احساس بھی ہے اور ناکامی کے اسباب کی تلاش بھی ہے، ناکامی کی ایک بڑی وجہ اگر اجتماعیت سے دوری اور انفرادیت پسندی قرار دی جائے تو شاید غلط نہ ہوگا، یہ واقعہ ہے کہ ہمیں صرف اپنی ذات سے دلچسپی ہے، ہمیں صرف اپنی عزت وشہرت اور دولت ومنصب کی فکر ہے، ہماری صرف ایک ہی خواہش ہے کہ ہماری اولاد پڑھ جائے، جلدی سے کام میں لگ جائے اور ایک خوش حال اور آرائش وآسائش سے بھرپور زندگی گذارنے کا اسے موقع مل جائے، اور اگر اپنی ذات سے بھی بلند ہوتے ہیں تو اپنی تنظیم، اپنی اپنی پارٹی اور اپنے ادارے میں محصور ہو جاتے ہیں، یہی ہماری سوچ کا دائرہ اور ہماری فکر کا محور ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اسی ذہنیت اور اس طرز فکر کو قوموں کے لیے خطرناک ترین قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''اس ذہنیت نے قوموں کے چراغ گل کردیے، جہاں یہ ذہنیت طاری ہوتی ہے وہاں کوئی سر پٹک کر رہ جائے اور کوئی بڑے سے بڑا مصلح اپنی پوری زندگی صرف کردے کوئی اثر نہیں ہوتا، ساری خرابی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ذہن اجتماعی نہیں، ملی نہیں، بلکہ ذہن انفرادی اور شخصی ہے، ملت کے مسائل اور دین کے تقاضوں کا درد اگر آپ کے دل میں نہیں اور مل کر کام کرنے کا جذبہ نہیں اور ایک دوسرے کی رعایت کرنے کا مزاج نہیں تو پھر بہت بڑا خطرہ ہے، نہ کوئی انجمن کچھ کر سکتی ہے، نہ کوئی ادارہ، نہ اخبار کچھ کر سکتا ہے اور نہ کوئی رسالہ اور نہ کوئی تقریر کچھ کر سکتی ہے اور نہ کوئی وعظ''۔

قرآن کریم نہ فکر وتدبر اور عقل وشعور کے استعمال پر جتنا زور دیا ہے ملت میں اس کا کم احساس ہے، افسوس بعض دوسری قومیں اس میں ہم سے، بہت آگے بڑھ گئی ہیں، مگر انہوں نے اس کا استعمال صرف مادی پہلوؤں سے کیا ہے، ان کے برخلاف ہم نے عقل پر جذبات کو ترجیح دی، اور یہی جذباتیت اب ہماری شناخت بن گئی ہے، جوش نے ہمیں دیوانہ اور ہوش سے ہمیں بیگانہ کردیا اور جذبات کی رو میں بہنا ہی ہمارا شیوہ بن گیا ہے، جس کا نتیجہ شکست، ناکامی اور رسوائی کی شکل میں ہمارے سامنے آرہا ہے، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ہانڈی کو تیز آنچ میں پکا کر جلا تو سکتے ہیں لیکن اس کو دھیمی آنچ میں پکا کر کھانے کے لائق نہیں بنا سکتے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اس جذباتیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہمیں اور آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''آپ کو عقل سلیم اور حقیقت پسندی سے کام لینا چاہیے، محض جذباتی ہونا کافی نہیں، مسلمانوں میں یہ کمزوری

بہت دنوں سے ہے کہ وہ جذبات کی رو میں بہ جاتے ہیں اور سر کٹانے کی بات شروع کر دیتے ہیں، ہمیں صحابہ کرام کو نمونہ بنانا چاہیے، وہ تلوار کے دھنی، میدان جنگ میں شہسوار اور جہاد کے جذبہ سے سرشار ہونے کے باوجود تیرہ (۱۳) سال تک مکہ مکرمہ میں گالیاں سنتے رہے، تکلیفیں جھیلتے رہے اور انگلی تک نہ ہلائی کیونکہ ان کو حکم تھا: ﴿کفوا ایدیکم و أقیموا الصلاۃ﴾ (ابھی صرف نماز پڑھو اور ہاتھ روکے رکھو)، ان کا حال یہ تھا:

بھڑکتی نہ تھی آگ ان کی
شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ

صحابہ کرام شریعت کے پیچھے چلتے تھے، ہم نعروں کے پیچھے چلتے ہیں، انہوں نے سر جھکایا پھر سر کٹایا، ہم سر کٹانے کی بات پہلے تو کرتے ہیں اور تیار سر جھکانے کے لیے بھی نہیں ہوتے، ہم ہنگامہ پسند، جلوس پسند، جلسے پسند، مظاہرے پسند، نعرے بازی پسند، لیکن پُرسکون انداز میں، دستور اور قانون کے دائرہ میں، افہام و تفہیم کے راستہ سے ان مسائل کو حل کرنا شاید ہم اپنے لیے باعث عار اور کسر شان سمجھتے ہیں۔

عبادات کے معاملے میں یقیناً ہمارے اندر بڑی تبدیلی آئی ہے، سب کو اس کا اعتراف ہے اور خوشی بھی، حاجیوں کی تعداد ہر سال ماشاء اللہ بڑھتی جا رہی ہے، نمازیوں کی تعداد میں مستقل اضافہ ہوتا جا رہا ہے، زکوٰۃ دینے کا رواج بڑھ رہا ہے، رمضان کے مہینہ میں بے روزہ اکا دکا ہی نظر آتے ہیں اور وہ بھی شرماتے ہوئے، لجاتے ہوئے اور منہ چھپاتے ہوئے؛ پہلے گستاخی کا یہ عالم تھا کہ کہا جاتا تھا کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کچھ کھانے کو نہ ہو۔ لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حاجیوں، نمازیوں، روزہ داروں اور زکوٰۃ دینے والوں کی تعداد بڑھنے کے باوجود ہمارے معاشرہ پر ان عبادتوں کے وہ اثرات مرتب نہیں ہو رہے ہیں جو ہونے چاہیے، چنانچہ ہمیں اپنی نیتوں کا محاسبہ کرنا چاہیے اور ان رقومات کا بھی جائزہ لینا چاہیے جو ہم اس راہ میں خرچ کرتے ہیں، مفکر اسلامؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: ''دل کے مسلمان ہونے کے ساتھ فکر اور ذہن کو بھی مسلمان ہونا چاہیے''۔

ایک پہلو اور جو ہمارے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہی وہ پہلو ہے جو دوسروں کے سامنے آتا ہے اور جس سے غیروں کو واسطہ پڑتا ہے اور یہی پہلوان کو ہم سے قریب بھی کرتا ہے اور یہی پہلوان کو ہم سے دور بھی کرتا ہے، اور یہ پہلو ہے معاملات اور اخلاق کا، ہمیں اپنے معاملات اور اخلاق کو خاص طور پر درست کرنے کی ضرورت ہے، ہم عبادات تو شریعت کے مطابق انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن معاملات میں ہم اپنی مرضی، رواج، مفاد، مصلحت اور ضرورت کو بنیاد بناتے ہیں۔

اخلاق و معاملات کی اہمیت کا اندازہ آپ کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی اس تحریر سے لگا سکتے ہیں:

''یہاں جو لوگ مسلمان ہوئے وہ مسلمان کو دیکھ کر مسلمان ہوئے، انہوں نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھا تھا، خواجہ معین الدین چشتیؒ قطعاً مصنف نہ تھے، ان حضرات نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ اور تقریر و خطابات کے ذریعہ دلوں کو نہیں جیتا، انہوں نے دلوں کو اپنے اخلاق سے جیتا ہے، قربانی اور ایثار سے جیتا، وہ جیت سکتے تھے لیکن ہار مان گئے، غصہ پی گئے، گالی سن لی، غریب کو سینے سے لگایا، خود بھوکے رہے دوسروں کو پیٹ بھر کے کھلایا، اور آج دیکھ لیجیے کہ ہندوستان میں جن مقامات سات سو برس تک، ہزار ہزار برس تک مسلمانوں کی حکومت رہی، وہاں آج تک مسلمان اقلیت میں ہیں، یوپی کا صوبہ، مدھیہ پردیش کا صوبہ، بہار کا صوبہ اور راجپوتانہ بھی، ان سب جگہوں پر اسلامی حکومت قائم رہی، خاص دلی میں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے، لیکن مسلمان اکثریت میں کہاں ہیں؟ کشمیر میں ہیں، جہاں ایک اللہ کا بندہ سید علی ہمدانیؒ تشریف لائے اور سارا کشمیر ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، اسی طرح بنگال ہے، خاص طور پر مشرقی بنگال سارا کا سارا صوفیائے کرام کے حساب میں ہے''۔

یہی ہمارا پیغام ہے اور یہی ہماری دعوت، اجتماعیت پیدا کریں، جذباتیت سے پرہیز کریں، عبادات کے موقع پر نیتیں درست رکھیں، معاملات کو شریعت کے تابع کریں، اخلاق کو نبوی اخلاق کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں، یہی ہمارا سب سے مؤثر ہتھیار اور یہی ہماری سب سے مضبوط ڈھال ہے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

ایمان کی حقیقت

ایمان صرف زبان سے اس کے اقرار کا نام نہیں، حقیقت میں اس کا تعلق دل سے ہے، اگر کوئی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور کام کاج بھی مسلمانوں جیسے کرتا ہے، اس کو دنیا لاکھ مسلمان سمجھے لیکن اگر اس کا دل اللہ کے سامنے جھکا نہیں ہے اور شکوک وشبہات کے دائرہ سے وہ نہیں نکل سکا ہے تو اہل ایمان کی فہرست میں اس کا شامل ہونا بہت مشکل ہے، اس کا امتحان ہوتا ہے، مصائب ومشکلات کے وقتوں میں، اس وقت اگر آدمی ثابت قدم ہے اور اس کا دل پوری طرح مطمئن ہے تو وہ ایمان والا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾ (کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اس قول کے بعد کہ ہم ایمان لے آئے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اور ان کو آزمایا نہ جائے گا، جبکہ ہم نے ان سے پہلے والوں کو بھی آزمایا، تو اللہ سچوں کو بھی خوب پرکھ لے گا اور جھوٹوں کو بھی خوب پہچان لے گا)۔

سورۂ حجرات کی پندرہویں آیت میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ.﴾ (ایمان والے تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول پر یقین کیا پھر وہ شک میں نہیں پڑے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے انھوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا، سچے لوگ تو وہی ہیں)۔

ایک موقع پر بنو اسد کے بدو اپنے ایمان کے دعویٰ کے ساتھ آئے تھے، تو ان سے کہہ دیا تھا کہ ابھی تم ایمان والے نہیں ہو، مذکورہ آیت میں ایمان کی تشریح کی جارہی ہے، اور یہیں سے ان بدو قبائل کے سامنے یہ وضاحت بھی ہورہی ہے کہ اگر تم ایمان چاہتے ہو تو اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر پورا یقین ہو، اس میں شبہ نہ ہو، اور اس کی بڑی علامت یہ ہے کہ جان و مال کی قربانی دشوار نہ رہ جائے۔

یہ بات ہر ایک آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی بڑی منفعت پیش نظر ہو تو انسان کے لیے دشواریاں آسان ہوجاتی ہیں، فائدہ کا جتنا زیادہ یقین ہوجاتا ہے اس کے بقدر اس کی راہ کی مشکلات آسان ہوتی ہیں، یہی حال ایمان کا ہے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان جتنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے، اس کے بہترین نتائج کا یقین بڑھتا جاتا ہے، پھر آدمی کا حال یہ ہوجاتا ہے کہ اس راہ میں اپنی جان کی بھی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی:

جان کی قیمت دیارِ عشق میں ہے کوئے دوست
اس نوید جانفزا سے سر وبالِ دوش ہے

حضرات صحابہ کی قربانیوں کا راز یہی تھا، غزوۂ احد کے موقع پر ایک صحابی کھجوریں کھاتے کھاتے بے خود ہوکر کہنے لگے کہ یہ تو طویل عمر ہوئی، کھجوریں پھینکیں اور بڑھ کر جام شہادت نوش کیا، انھوں نے جنت کی خوشبو محسوس کرلی، اور حضرات کا یقین مشاہدہ کے درجہ کو پہنچ رہا تھا، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اگر جنت اور دوزخ میرے سامنے لے آئے جائیں تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو، اس یقین کا نتیجہ یہ تھا کہ انھوں نے دنیا کے حالات بدل دیے، وہ جہاں گئے وہاں کی دنیا بدل گئی، ایمان ویقین کی ہوائیں چلنے لگیں، وہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے، جو ان کی صحبت میں رہ گیا وہ کندن بن گیا، یہ حقیقت ایمان ہے۔

اللہ کی ذات پر اور رسول اللہ ﷺ کے وعدوں پر یقین

جتنا بڑھتا جاتا ہے، دل کی بستی آباد ہوتی جاتی ہے، دل کی بسی ہوئی بستی کو دنیا کی کوئی طاقت ویران نہیں کرسکتی، آج مسلمانوں کی پستی کا راز یہی ہے کہ دلوں کی بستیاں ویران ہیں، اس میں جب تک ایمان ویقین کی شمعیں نہیں روشن کی جائیں گی، مسلمانوں کے لیے عزت وبلندی کا حصول سخت دشوار ہے، سربلندی کا وعدہ تو ایمان پر ہے: ﴿وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين﴾۔

مسلمان کروڑوں نہیں ارب سے متجاوز ہیں، لیکن دنیا میں ان کی کوئی وقعت نہیں، اس کی وجہ ایمان ویقین کی کمی بلکہ عام طور پر اس کا فقدان ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ روپیوں کی خاطر ایمان بیچا جارہا ہے، حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اس کی پیشین گوئی فرمائی تھی: "يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا" (آدمی صبح مسلمان ہوگا اور شام کو کافر، شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر، وہ اپنے دین کو دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر بیچ دے گا)۔

آج یہ چیز حقیقت بن کر سامنے آرہی ہے۔

ایمان جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر مضبوط نہ ہوگا، اور اسباب دنیا ہی میں آدمی پڑا رہے گا، اس وقت تک شکوک وشبہات کا ازالہ بہت مشکل ہے، اور اس کی کسوٹی یہی ہے کہ اللہ کے راستہ میں جان و مال کی قربانی کی جب بھی ضرورت پیش آئے وہ ہمہ وقت تیار رہے، ﴿جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ کا یہی مطلب ہے، ایمان مضبوط ہو اور قربانی دینا آسان ہوجائے تو یہ "صدق" کی علامت ہے اور ان ہی لوگوں کو "صادقین" کہا گیا ہے، صدق سچائی کو کہتے ہیں، یہاں صرف زبان کی سچائی کافی نہیں بلکہ قول و عمل دونوں کی سچائی مراد ہے، قول میں بھی سچائی ہو، عمل میں بھی سچائی ہو اور نیت میں بھی سچائی ہو، صادقین ان لوگوں کو یہاں اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ صرف زبان سے مسلمان نہیں ہوتے بلکہ ان کا دل بھی اس کی گواہی دیتا ہے اور وہ دل سے اس کو تسلیم کرتے ہیں، ان کی زبان دل کی صحیح ترجمان ہوتی ہے، وہ اس میں نہ کچھ ہیر پھیر رکھتے ہیں اور نہ ہیر پھیر کرتے ہیں۔

بقیہ:.... مسلمانوں کے مسائل کا حل

......آپ اور ہم سب کا فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا جائزہ لے کر یہ دیکھیں کہ ہم شریعت اسلامی پر کتنا عمل کررہے ہیں؟ شریعت اسلامی زندگی کے لیے اسلامی احکام کو کہتے ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام، اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے جو احکام ہیں انہیں کا نام شریعت ہے، لہٰذا ہم دیکھیں کہ ہم شریعت اسلامی پر کتنا عمل کرتے ہیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور جو نقص اور کمی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس دنیا کے اندر بھی ہم کو عزت اور راحت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوگی۔

بقیہ: تعمیر قوم کی فکر

......اپنی زندگی کو بیکار گذارنے میں کیا نتائج پیدا ہوتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ فتنے اٹھتے ہیں تو رنجشیں بڑھتی ہیں، وہ ایک دوسرے کی ایذاء کے درپے ہوتا ہے اور اس کے ماسوا صحت اور تندرستی پر اس کا جو اثر پڑتا ہے وہ الگ ہے، یہ اثر بدجسم، روح، دماغ سب پر ہوتا ہے اور اکثر اس کی برائیاں دوسری نسل تک پہنچتی ہیں، تعطل کی زندگی ختم ہو اور اس کی جگہ کام اور محنت آجائے تو ہمارے اندر چستی، چالاکی پیدا ہوگی، اس امر کا بھی روزانہ تجربہ ہوسکتا ہے کہ بیکاری میں پژمردگی اور مردنی چھائی رہتی ہے، لوگ ہنستے بولتے ہیں قہقہے لگاتے ہیں، مگر اندرونی مسرت سے جس پر زندگی کا بہت کچھ دار ومدار ہے محروم رہتے ہیں، کام اور محنت انسان کو اس کھوئی ہوئی نعمت سے دوبارہ بہرہ ور کرتی ہے، ہم میں سے ہر شخص اگر قوم کی تعمیر کے کاموں میں کچھ نہ کچھ حصہ لینے لگے تو ہم جلد اس کے پھل پائیں گے۔ ﴿أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ﴾ (بے شک میں تم میں سے کسی کام کرنے والے مرد یا عورت کے کام کو ضائع نہیں کرے گا)۔

بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت

قرآن کریم کی روشنی میں

عبد السبحان ناخدا ندوی

قرآن کریم انفرادی زندگی سے لے کر معاشرتی زندگی تک، تمدنی زندگی سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک اپنی واضح بے غبار ہدایات رکھتا ہے، جن کو اپنا کر انفرادی و اجتماعی دونوں سطح پر عزت کی زندگی بسر کی جاسکتی ہے، دنیاوی عزت کی چاہ میں اگر قرآنی ہدایات کو نظر انداز کیا جائے تو پھر عاشقی میں عزت سادات سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بات نظر میں رکھی جائے کہ بین الاقوامی تعلقات کے لیے بھی اللہ کی کتاب نے ایک خاص دائرہ عطا کیا ہے، اس دائرہ کے اندر رہ کر کسی سے کسی بھی سطح پر تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں، لیکن اس دائرہ سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔

فی الوقت دنیا میں جو قومیں آباد ہیں، ان کی کافی بڑی تعداد یہود ونصاریٰ اور بت پرستوں پر مشتمل ہے، یہود ونصاریٰ سے متعلق یہ قرآنی اعلان ہمیشہ ذہن میں رہے، بلکہ اسے ایک اصول کی حیثیت دی جائے: ﴿ودّ کثیر من أهل الکتاب لو یردّو نکم من بعد أیمانکم کفّاراً حسداً من عند انفسهم من بعد ما تبین لهم الحق﴾ (بہت سارے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی اپنی اندرونی حسد کی بناء پر یہ خواہش ہے کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد بھی تمہیں کافر بنا کر اپنی طرف لے آئیں، حالانکہ ان کے سامنے حق واضح ہو چکا ہے)۔

عام کفار سے متعلق اعلان یہ ہے، ﴿ودّوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواءً﴾ (وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کفر کرنے لگ جاؤ تا کہ تم سب برابر ہو جاؤ)، بعض کافروں کی خواہش نبی اکرم ﷺ سے کچھ یہ تھی: ﴿ودّوا لو تدهن فیدهنون﴾ (وہ کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ کتنا اچھا ہو کہ آپ ﷺ کچھ ڈھیل دکھائیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں)، تمام مسلمانوں سے متعلق ان کی دبی ہوئی خواہش یہ ہے: ﴿ودّوا لو تکفرون﴾ یعنی ان کی چاہت تو بس یہی ہے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ تو کتنا اچھا ہو۔

دوسرا اصول قرآن کریم نے یہ دیا ہے کہ تعلقات خالص انتظامی دشواریوں کو دور کرنے کے لیے قائم ہوں، یہ خشک ضابطہ کے تعلقات ہونے چاہئے، ان کو کبھی بھی قلبی گہری محبت کی حیثیت نہ دی جائے، ورنہ ایمان کی متاع عزیز کے لٹتے دیر نہیں لگے گی، ارشاد ہے: ﴿یا أیها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری أولیاء بعضهم أولیاء بعض ومن یتو لهم منکم فانه منهم ان الله لا یهدی القوم الظالمین﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہود ونصاریٰ کو گہرے تعلق والا نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، (بالخصوص تمھارے خلاف) تم میں سے جو بھی ان سے گہری محبت رکھے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔“

آیت نے یہ بتا دیا کہ جو بھی یہود ونصاریٰ سے وابستگی میں اپنے لیے اطمینان پائے وہ ظالم ہے، اور اسے کبھی صحیح راستہ نہیں ملے گا، اس دوستی سے وہ جو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ چیز اسے کبھی بھی حاصل نہیں ہوگی، بہر حال یہود ونصاریٰ سے ایسے تعلقات قائم کرنا جن کے نتیجہ میں اہل اسلام کی ذہنی آزادی سلب ہو رہی ہو کسی غیر اسلامی تہذیب کو فروغ مل رہا ہو، اسلامی روایات پامال ہو رہی ہوں، ان کی خاص قسم کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو، حق بات کہنے سے قلب وزبان جھجک رہے ہوں، ان کی بے جا رعایت میں اہل ایمان پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہو، قرآن پاک کی آیات تک کو بیان کرنے میں ایک ذہنی

دباؤ محسوس ہو رہا ہو، زندگی کے ہر میدان میں نگاہیں ان کی طرف اٹھی رہتی ہوں تو اس طرح کے تعلقات کو قائم کرنا یاد رکھنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے، یہ کھلی ہوئی ولایت ہے، جس کی اجازت نہ پہلے تھی نہ آج ہے نہ آئندہ ہوگی۔

فی الوقت نظام عالم پر ان ہی دو قوموں نے شکنجہ کسا ہوا ہے، اور مسلمانوں کی یہ حالت بنادی گئی ہے کہ فرد سے لے کر حکومت تک ہر مسلمان کو گویا اپنے مسلمان ہونے کی صفائی دینی پڑ رہی ہے، جعل سازی، جھوٹ اور مکر وفریب اس طرح حقائق کو الٹ رہے ہیں کہ ظالم ظلم پر ظلم کر رہا ہے پھر بھی وہی مظلوم کہا جارہا ہے اور مظلوم شاید ظلم کی اس چکی میں پس رہا ہے، جس سے انوکھی کوئی اور چکی ایجاد نہیں ہوئی ہے، پھر بھی مظلوم کو یہی کہنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے کہ وہ ظالم نہیں ہے، یعنی مظلوم کو جو سب سے بڑا فراخ دلانا حق دیا جارہا ہے وہ یہ کہنے کا حق ہے کہ وہ ظالم نہیں ہے، یہ نہایت کڑے امتحان کا وقت ہے، اس میں ثابت قدمی وہ دن جلد ہی لائے گی جب انصاف کا سورج طلوع ہوگا اور حقیقت پسند انسانوں کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی، جن آنکھوں میں اتنی دھول جھونکی جاچکی ہے اب وہاں آنکھیں دکھائی نہیں دیتیں بس دھول ہی دھول ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ تعلقات برابری کی سطح پر یا اپنی سطح کچھ اونچی رکھ کر قائم کیے جائیں، لہٰذا جہاں معاملہ قربانی دینے، مشقت اٹھانے اور جدوجہد کرنے کا ہو وہاں صلح کے لیے ہاتھ بڑھا کر طاقتور کے زیر سایہ دبی ہوئی زندگی بسر کرنے کی اجازت اسلام نہیں دیتا، اگر یہ چیز درست ہوتی تو پھر آنحضرت ﷺ کو ہجرت کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، وہیں مشرکین سے صلح کر کے مسلمانوں کے لیے مسجد حرام کا ایک کونہ منتخب فرمالیتے، ہاں اگر عالمی طاقتوں کا دباؤ ہو اور چہار طرف سے ہو تو ان سے بچاؤ کے لیے کچھ تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں، ان ہی تدبیروں کو اللہ رب العزت نے ﴿الا أن تتقوا منهم تقاة﴾ کہا ہے، لیکن یہ مستقل علاج نہیں ہے، مستقل علاج تو خود عالمی طاقت بننا ہے، افسوس ہے کہ مسلم حکمرانوں کی توجہ اس کی طرف نہ ہونے کے برابر ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ارباب حکومت نے اقتدار کی ترتیب کچھ یوں رکھی ہے:

۱- اپنی ذات اور کرسی: اس کے لیے یہ کسی بھی سطح پر اترنے کے لیے تیار رہتے ہیں، بسا اوقات دین وضمیر کو بیچ دینے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔

۲- اپنا ملک: اس کے لیے وہ مذہبی اقدار اور دینی غیرت وحمیت کی قربانی کو ایک معمولی چیز سمجھ لیتے ہیں۔

۳- اپنا دین: یہ آخری چیز ہے، کبھی کبھی دینی غیرت کے نام پر وہ بھی براہ راست دین کی بنیاد پر نہیں بلکہ قومی غیرت کے تحت ہی وہ کچھ جوش دکھاجاتے ہیں جب تک یہ ترتیب باقی رہے گی، انتشار ہمیشہ برپا رہے گا، اور مسلمان ممالک عالمی پیمانہ پر اپنا وزن ثابت نہیں کرسکیں گے۔

ایک اصول یہ بھی ہے کہ بین الاقوامی تعلقات کی زد میں دین کا کوئی معمولی حصہ بھی نہ آنے پائے، چاہے فریق مقابل اپنے پورے مذہب کو قربان کرنے کے لیے تیار کیوں نہ ہو، دین اسلام دنیا کے مذاہب کے ساتھ اشتراک اور حصہ داری کے لیے نہیں آیا ہے کہ دوسرے ادیان کے مقابلہ میں اس کا بھی ایک خاص تناسب مقرر کیا جائے، پھر دوسرے مذاہب والے اپنے اپنے دین کا جو حشر کریں اسی نسبت سے اہل اسلام بھی اپنے دین میں کتر بیونت کریں، اور دنیا والوں سے رواداری فراخ دلی اور روشن خیالی کی داد لیں، یہ ایک انتہائی جاہلانہ اور احمقانہ تصور ہے، بلکہ ایک نہایت خطرناک اور گہری سازش ہے جو دشمنان دین تیار کر رہے ہیں، اس کی پشت پر وہی فلسفہ کام کر رہا ہے جس کی نشان دہی اللہ کی کتاب نے صدیوں پہلے کی تھی: ﴿ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء ا﴾ (ان کی تو یہی خواہش ہے کہ تم بھی ان کی طرح کفر کرنے لگ جاؤ تاکہ سب برابر ہو جائیں)۔ فی الوقت کسی مذہب کے پاس سوائے چند رسموں کے کچھ بچا نہیں ہے، اسی لیے ہر ایک کی نظر اسلام اور اہل اسلام پر لگی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو بھی رواداری، روشن خیالی اور فراخ دلی کے نام پر آہستہ آہستہ دین سے برگشتہ کیا

جائے، سچی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر بقیہ مذاہب کے لوگ اپنے مذہب کو کوئی حیثیت نہیں دیتے، جہاں کسی سمجھوتہ کی بات آئے وہاں وہ اپنے مذہب کو قربان کرنے لیے تیار رہتے ہیں، مذہب کی حیثیت ان کے نزدیک اگر بہت فراخ دلی سے کہا جائے تو ضروریات زندگی میں سے ایک ضرورت ہے، جیسے کھانا پینا کپڑا مکان تعلیم اور تجارت ہے، ویسے ہی ایک خانہ مذہب کا بھی ہے، جس طرح اور ضروریات آگے پیچھے کی جاتی ہیں ویسے ہی مذہب کے ساتھ بھی معاملہ ہوسکتا ہے، لیکن مسلمانوں کے نزدیک دین ومذہب، وقت ضرورت کام آنے والی چیز نہیں ہے، اہل ایمان کے نزدیک دین ''سب کچھ'' ہے، اسی کے لیے ان کا وجود ہے دین کے بغیر ان کا وجود وعدم وجود دونوں برابر ہیں، ان کی کل قیمت اسی دین میں پوشیدہ ہے، دین ان کے لیے مقصد حیات، آب حیات، درد کا درماں، روح کا سکون، اور معرفت الٰہی کا واحد ذریعہ ہے، اس کے کسی ادنیٰ حصہ سے دستبردار ہونے کا نہ ان کو حق ہے نہ اختیار، یاد رکھنے کی بات ہے کہ دین کی قیمت پر کسی ملک، کسی طبقہ اور کسی مذہب سے کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا ہے، اس طرح کے سمجھوتہ کی کوشش خود مشرکین مکہ کی تھی، جس کے جواب میں اللہ رب العزت نے سورہ ''قل یا أیھا الکافرون'' نازل فرمائی اور ہمیشہ کے لیے یہ بات صاف کردی کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

اس مبارک سورت سے ان مصلحت پسندوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیے جو رواداری اور بھائی چارگی کے نام پر دین میں کتر بیونت کر کے اس کا ایک ملغوبہ تیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور مختلف وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں، آخر ان کے پاس صرف رواداری مع مکّاری باقی رہتی ہے اور دین پورا رخصت ہوجاتا ہے۔

واضح رہے کہ رواداری دو طرح کی ہوتی ہے: ایک وہ جس میں انسان مذہب کے دائرہ سے نکل جاتا ہے یا مذہب میں کتر بیونت کو قبول کر لیتا ہے، یہ منافقانہ رواداری ہے جسے ''مداھنت في الدین'' کہتے ہیں جو کسی بھی قیمت پر قابل قبول نہیں ہوسکتی ہے۔

دوسری رواداری وہ ہے جو مذہب کے عطا کردہ اعلیٰ انسانی اقدار کی بنیادوں پر ہوتی ہے، اس میں انسان اپنے مذہب پر مکمل قائم رہ کر دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور اسلام تمام انسانوں کو جو حقوق دیے ہیں ان کی مکمل پاسداری کرتا ہے، انسانوں کے اس چمن میں سب سے معطر پھول بن کر مہکتا ہے، یہ صحیح معنی میں اسلامی رواداری ہے، جس کی تعلیمات قرآن کریم نے دی ہیں، جس کا سب سے اعلیٰ نمونہ نبی اکرم ﷺ نے پیش فرمایا، آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے سچے جانشین اس پر ہمیشہ کاربند رہے، اس کا نتیجہ ہمیشہ مثبت ظاہر ہوتا ہے، اس طریقہ کو اپنانے پر مسلمان رواداری کے نام پر دوسروں کی گود میں جانہیں پڑتے، بلکہ غیروں کے سامنے اعلیٰ اسلامی اخلاق کا نمونہ بن کر ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے، بین الاقوامی تعلقات میں دراصل یہی رواداری مطلوب ہے۔

روحانی قوت

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایک ممتاز عرب جرنیل مثنیٰ نے ایران کے شہنشاہ کے خلاف بہت سی لڑائیوں میں حصہ لیا تھا، خاص طور پر بویب کی لڑائی میں (بویب کوفہ کے قریب ایک مقام ہے)۔ مثنیٰ نے جو کارنامے انجام دیے وہ سنہرے لفظوں میں لکھنے کے قابل ہیں، انہوں نے ایرانیوں کی ایک بہت بڑی فوج کو شکست فاش دی جو تعداد میں مسلمانوں کی فوج سے کہیں زیادہ تھی۔ جب مثنیٰ سے پوچھا گیا کہ مسلمانوں کی عدیم المثال کامیابی کی کیا وجہ ہے تو انہوں نے جواب دیا:

''اسلام نے عربوں کو عجیب قوت بخشی ہے، اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی میں ایرانیوں سے لڑاہوں اور پورے یقین سے اس حقیقت کا اظہار کرتا ہوں کہ اسلام سے پہلے ایک سو ایرانی ایک ہزار عربوں کا بخوبی مقابلہ کرسکتے تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد ایک عرب سپاہی دس ایرانی سپاہیوں پر بھاری پڑتا ہے۔

قسم اور نذر

کے شرعی احکام

مفتی راشد حسین ندوی

انسان اپنی بات میں مضبوطی پیدا کرنے کے لیے بعض اوقات قسم کھاتا ہے، خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر کسی بات کی قطعیت ظاہر کرنے کے لیے قسم کھائی ہے، آنحضرت ﷺ سے بھی بعض موقعوں پر قسم کھانے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ بخاری نے حضرت ابن عمرؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس طرح قسم کھاتے تھے: دودلوں میں تبدیلیاں پیدا کرنے والے (پروردگار) کی قسم، اس لیے شرعی اعتبار سے اس طرح کے خاص موقعوں پر قسم کھانا جائز ہے، لیکن احادیث میں اس بات سے سختی سے منع کیا گیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھائی جائے چنانچہ بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے آباء کی قسم کھانے منع کررہا ہے ،جس کو قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے، اور ابوداؤد ونسائی میں حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اپنے آباء واجداد، ماؤں اور بتوں وغیرہ کی قسم مت کھایا کرو، اور اللہ کی قسم بھی کھاؤ جب تم سچے ہو''۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ آج کل جو عام رواج ہوگیا ہے کہ لوگ بے دھڑک کہتے ہیں: تمھاری عمر کی قسم، تمھارے سر کی قسم، قرآن کی قسم شرعاً اس طرح کی قسم کھانا گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا چاہیے، یہ ہم آگے بتائیں گے کہ قرآن کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے، اور قسم پوری نہ کرے تو کفارہ لازم ہوتا ہے۔

قسم کی قسمیں:

۱-یمین لغو: اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید یہ سمجھ رہا ہو کہ بکر نے کھانا کھالیا (جب کہ اس نے کھانا نہیں کھایا تھا) اس نے اپنی معلومات کے اعتبار سے قسم کھا کر کہہ دیا کہ بکر کھانا کھاچکا ہے، یا کسی بھی بات کے سلسلہ میں اپنے گمان کے اعتبار سے قسم کھائی جبکہ واقعہ اس کے گمان کے برخلاف تھا تو یہ یمین لغو ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی أیمانکم﴾ (اللہ تعالیٰ یمینِ لغو سے تمھارا مؤاخذہ نہیں کرے گا) چونکہ انسان اپنے گمان کے مطابق سچ بول رہا ہوتا ہے، اس لیے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا، اس قسم میں کفارہ واجب نہیں ہوتا، یمین لغو کی یہ تشریح احناف کی تحقیق کے مطابق ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمین لغو ان الفاظ کو کہتے ہیں جو قسم کے ارادہ کے بغیر عادتاً زبان سے نکل جاتے ہیں جیسے: لا واللہ وغیرہ۔

۲-یمین غموس (جھوٹی قسم): ماضی یا حال کے کسی معاملہ میں جان بوجھ کر قسم کھا کر غلط بیانی کرنا، جیسے کہ کہے: بخدا میں نے یہ کام کیا جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ کام اس نے نہیں کیا، یا کہے کہ بخدا میں نے یہ کام نہیں کیا جب کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا ہے، بالکل واضح بات ہے کہ اس قسم کی قسم کھانا سخت گناہ کا کام ہے، اگر کبھی اس طرح کی قسم کھالی تو متنبہ ہوتے ہی اس پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے، اور اس گناہ پر ندامت کے ساتھ آئندہ اس سے بچنے کا عزم کرکے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے عفو ودرگذر کی دعا کرنا چاہیے، لیکن اس قسم کے کھالینے پر بھی کوئی مالی کفارہ لازم نہیں ہوتا ہے۔

۳-یمین منعقدہ: مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے مثلاً کہے: اللہ کی قسم میں زید کے گھر ضرور جاؤں گا، یا نہیں جاؤں گا، اس طرح کی قسم کھالی تو منعقد ہو جائے گی، اور اگر قسم پوری نہیں کی تو کفارہ لازم آئے گا۔

قسم صرف اللہ تعالیٰ یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم کی کھانا چاہئے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ کسی اور چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے ،حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، البتہ قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے، لہذا فقہاء نے لکھا ہے کہ قرآن کی قسم کھائے تو قسم منعقد ہو جائیگی اور قسم توڑنے پر کفارہ دینا لازم ہو گا لیکن حدیث شرف کے پیش نظر قرآن کی قسم کھانے سے بھی بچنا چاہئے ،اور اگر اللہ کا نام لیے بغیر صرف یہ کہے: قسم کھاتا ہوں یا کہے: اللہ گواہ ہے، اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں، اللہ کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں تب بھی قسم ہو جائیگی، ہاں اگر صرف قرآن پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی لیکن قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوگی۔

اس طرح کی قسم اگر کسی بھلے یا جائز کام کی کھائی جائے تو حتی الامکان اس کو پورا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے، مثلاً اگر قسم کھائی کہ میں فلاں کی مدد ضرور کرونگا، فلاں نماز ضرور پڑھوں گا تو قسم پورا کرنے کی کوشش کرے، اور اگر کسی معصیت یا برے کام کی قسم کھائی ،مثلاً میں فلاں سے بات نہیں کرونگا، فلاں کی مدد نہیں کرونگا، فلاں کو قتل کرڈالوں گا وغیرہ، تو اس کا حکم یہ ہے کہ قسم توڑ دے، اور کفارہ ادا کردے، اس طرح کا خیال اور وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے کہ جب قسم کھا چکا ہوں تو اب چاہے جتنا گناہ والا کام ہو کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ بخاری و مسلم کی متعدد روایات میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ جب کسی چیز کی قسم کھاؤ اور اس سے بہتر شکل دوسری نظر آئے تو کفارہ ادا کردو، اور بہتر کام انجام دو، حضرت عوف بن مالکؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کا میرے چچیرے بھائی کے بارے میں کیا خیال ہے میں اس کے پاس اس سے کچھ مانگنے آتا ہوں تو وہ مجھے نہیں دیتا ہے اور میرے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرتا ہے، پھر اسے مجھ سے کام لگتا ہے وہ میرے پاس آتا ہے اور سوال کرتا ہے اور میں نے تو قسم کھالی ہے کہ اس کو نہیں دونگا اور اس کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرونگا، تو آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں بھلائی کا کام انجام دوں اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں (نسائی، ابن ماجہ)۔

اگر کسی نے قسم کھائی لیکن قسم سے ملا کر انشاء اللہ کہہ کیا تو وہ قسم توڑنے والا نہیں سمجھا جائیگا، خواہ وہ کام نہ کرسکے۔

قسم کا کفارہ: کفارہ یمین کا ذکر خود قرآن مجید میں کیا گیا ہے، لہذا ہم وہ پوری آیت نقل کردیتے: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ ...... إِذَا حَلَفْتُمْ﴾ (المائدۃ:۸۹) (نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمھاری بیہودہ قسموں پر، لیکن پکڑتا ہے اس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن آزاد کرنی، پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے تین دن کے، یہ کفارہ ہے تمھاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو)

معلوم ہوا کہ قسم توڑ ڈالی ہو تو اس کا کفارہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلائے، یا کچا اناج دیدے، کچا اناج دینا ہے تو ہر فقیر کو ایک کلو ۶ سو ۳۳ گرام گیہوں یا اس کی قیمت دیدے۔

۲۔ یا دس فقیروں کو کپڑا پہنائے ، ہر فقیر کو اتنا کپڑا دینا ضروری ہے جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے جیسے چادر یا بڑا کرتا وغیرہ۔

۳۔ اگر کوئی اتنا غریب ہو کہ دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں کرسکتا ہے تو وہ لگاتار تین دن روزہ رکھے، اگر الگ الگ کرکے تین روزے پورے کرلے تو کفاہ ادا نہیں ہوا، تینوں لگاتار رکھنا چاہیے۔

نذر کے احکام: نذر اپنے اوپر کسی غیر لازم چیز کے لازم کردینے کو کہتے ہیں، کبھی یہ مطلقاً ہوتی ہے مثلاً کہے: میں اپنے اوپر دو رکعت لازم کرتا ہوں، کبھی کسی چیز پر معلق کرکے ہوتی ہے، مثلاً کہے کہ اگر میں اس بیماری سے شفایاب ہوگیا تو دو رکعت نماز پڑھوں گا، دونوں صورتوں میں دو رکعت نماز اس پر واجب ہوجائے گی، اور اگر کسی معصیت کی نذر مانی ہو تو اس کو چاہیے کہ نذر پوری نہ کرے، بلکہ کفارہ یمین ادا کرے، اس لیے کہ بخاری نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے وہ نافرمانی نہ کرے، نیز مسلم شریف کی روایت ہے: نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔

پھر نذر کا پورا کرنا اسی وقت ضروری ہوتا ہے جب مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں:

۱۔ جس چیز کی نذر کی جارہی ہے اس کی جنس سے واجب موجود ہو جیسے: روزہ، نماز چنانچہ مریض کی عیادت کی نذر مانی تو صحیح نہیں ہوگی اس لیے کہ اس کی جنس سے واجب نہیں ہے۔

۲۔ جس چیز کی نذر مانی جارہی ہے وہ نماز روزہ کی طرح مقصود بالذات عبادت ہو، وضوء، غسل کی طرح وسیلہ نہ ہو۔

۳۔ نذر سے پہلے ہی واجب نہ ہو، مثلاً کوئی پنج وقتہ نماز یا رمضان کے روزہ کی نذر مانے تو یہ فضول بات ہے اس لیے کہ یہ چیزیں پہلے ہی سے اس پر واجب ہیں۔

آپ کے دینی سوالات اوران کے جوابات

(آپ اپنے دینی سوالات ہماری ویب سائٹ پر بھی پوچھ سکتے ہیں) www.abulhasanalinadwi.org

عشاء بعد جاگنا

سوال:(۱)اعشاء کے نماز کے بعد جاگنا مکروہ ہے، مگر ہم لڑکیوں اور عورتوں کو تو گھر کا کام کرنا پڑتا ہے تو ہم اول وقت پر نماز ادا کریں یا سارے کام ختم کر کے سوئے؟ (سیدہ رابعہ، اندور)

جواب:عشاء کے بعد جلد سونا سنت ہے۔ اس سلسلہ میں ترمذی شریف میں حدیث آئی ہے مگر علماء نے لکھا ہے کہ علمی مجالس اور ضروری کام کاج کے لیے رخصت ہے۔ مکروہ جب ہے کہ آدمی کہانیوں، فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کرے۔

نامعلوم لاش کی شناخت

سوال: اگر کسی لڑکی کی لاش ندی میں ملی ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جسے یہ پتہ لگے کہ یہ ہندو ہے یا مسلمان، اور پاس کے لوگ بھی اس کو نہیں پہچانتے ہوں، اور کسی بھی طریقہ سے یہ نہیں پتہ چل سکا کہ یہ ہندو ہے یا مسلمان، تو اس کو اب دفنایا جائے گا یا جلایا جائے گا، مہربانی فرما کر اس مسئلے کا شرعی حکم بتائیں۔

جواب: اگر لباس وغیرہ سے مسلمان یا غیر مسلمان ہونے کا اندازہ ہو جائے، تو اس کے مطابق عمل کیا جائے، غرض کہ مسلمان کی علامت ہو تو غسل دے کر نماز پڑھائی جائے اور اگر کافر کی علامت ہو تو اس کو بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے۔

اگر کسی طرح بھی پتہ نہ چل پا رہا ہے کے مسلمان یا غیر مسلمان ہے تو ایسی صورت میں اس کے علاقہ سے اندازہ کیا جائے گا جہاں لاش دستیاب ہوئی ہے، اگر اس علاقہ میں مسلمان علاقہ ہو تو مسلمان مانا جائے گا، اور اگر غیر مسلمان علاقہ ہے تو غیر مسلم، جو چیز زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

ہجرت

سوال-۶: غیر مسلم ملک سے مسلم ملک ہجرت کرنا کیسا ہے؟ مستحب یا واجب؟ (محمد ساجد چنئی)

جواب: ہجرت کرنیکی دو بنیادیں ممکن ہیں:

(۱) اگر آپ کو جبراً اسلام کے ارکان کو چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے، تب ہجرت فرض ہے۔

(۲) اگر اسلام کے ارکان کو ادا کرنے پر ملک کے قانون کے حساب سے کوئی پابندی نہیں ہے، تب اس جگہ کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور اس جگہ کو دارالامن کہا جائے گا۔

شادی میں کفو کی حکمت

سوال-۱۳: نبی اکرم ﷺ نے ہر ایک کے قبیلہ میں نکاح کر کے مثال قائم کی تو پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ خاندان سے باہر شادی نہیں کریں گے؟ کیا یہ صحیح ہے؟ خاص طور سے ایسے لوگ کہتے ہیں جو دین سے واقف ہیں، میں کسی پر طنز نہیں کرنا چاہتی ہوں بس قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنا چاہتی ہوں۔ (امۃ اللہ، اندور)

جواب: شادی خاص مقصد مثلاً تناسل وغیرہ کے لیے مشروع ہے، تاکہ زوجین پاک دامن رہیں، اور دونوں کی زندگی سکون سے گزرے، اگر دونوں میں ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے یا معاشرتی فرق ہے تو اطمینان اور سکون کا حصول دشوار ہوسکتا ہے، پھر مرد کیونکہ قوام ہے اور گھر کا ذمہ دار ہے، اس لیے اگر وہ اپنی شادی کے وقت برابری کا خیال نہ رکھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا، جب کہ عورت ایک طرح سے ماتحت ہوتی ہے، لہٰذا کسی اعتبار سے کمتر مرد سے اس کی شادی کر دی جائے تو اسے ہوسکتا ہے سبکی محسوس ہو اور زوجین میں ذہنی ہم آہنگی پیدا نہ ہوسکے، اسی لیے شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مرد کسی بھی عورت سے شادی کرسکتا ہے لیکن عورت کی شادی کرنی ہو تو ضروری ہے کہ مرد دینداری، خاندان اور مالداری وغیرہ میں اس کے برابر کا ہو یا اونچا ہو، البتہ اگر لڑکی اور اس کے گھر والے دونوں راضی ہوں تو پھر اس کی شادی شرعاً کسی بھی مسلمان سے کی جاسکتی ہے، شرعی مسئلہ صرف اتنا ہے، بقیہ بہت سی باتیں ہندوستان میں رسم ورواج کے سبب ہیں۔

جمعہ کی رکعتیں

سوال: جمعہ میں کتنی رکعتیں ہیں؟ (سفیان، حیدرآباد)

جواب: جمعہ کی نماز میں ۱۴ر رکعتیں ہیں: ۴ر رکعت سنت مؤکدہ، ۲ر رکعت فرض، ۴ر رکعت سنت مؤکدہ، ۲ر رکعت سنت غیر مؤکدہ، ۲ر رکعت نفل۔

محمد نفیس خاں ندوی

مغربی ممالک میں حجاب پر پابندی

مغرب کی اسلام دشمن سرگرمیاں اس وقت اور زیادہ سنگین ہوجاتی ہیں جب اس سلسلہ کی کڑیاں حجاب پر پابندی سے جڑ جاتی ہیں، پہلے تو معاملہ صرف زبانی حد تک تھا مگر اب مغرب میں حجاب، نقاب اور اسکارف کو قانونی طور پر باقائدہ اور باضابطہ پابندی کے دائرہ میں لایا جارہا ہے، اور دفاتر، اسکول، اسٹیڈیم، میٹرو ریل، اور عام تفریحی یا شاپنگ سینٹرز جیسے مقامات پر اس کو پورے طور پر ممنوع کرنے کی پالیسیاں وضع کی جارہی ہیں۔

مغربی ممالک میں مسلم طالبات پر دینی تعلیم کے حصول کے دروزے یہ کہہ کر بند کردیے گئے کہ اس کے نتیجہ میں وہ حجاب کو اختیار کرتی ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ میں ان کی الگ شناخت بنتی ہے، اور سوسائٹی کے دوسرے لوگ ذہنی طور پر انتشار میں مبتلا ہوتے ہیں، حتی کہ جرمنی میں ایک باپردہ خاتون کو بھری عدالت میں صرف اس لیے قتل کردیا گیا کہ اس نے اسلامی اقدار کی پاسداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرعی حجاب کو اختیار کیا تھا۔

اس سلسلہ میں بلجیئم نے حجاب ہر پابندی عائد کرکے دوسرے ممالک کو بھی شہہ دی کہ وہ بھی اس سلسلہ میں اقدام کریں، بلجیئم حکومت کا کہنا ہے کہ حجاب کے ذریعہ خواتین کی توہین ہوتی ہے اور ان کی شناخت چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر کسی خاتون نے پولیس کی اجازت کے بغیر حجاب کا استعمال کیا تو اس کو 25 یورو یا 7 یوم کی سزا ہوسکتی ہے، خیال رہے کہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق بلجیئم 6 لاکھ کی مسلم آبادی ہے جس میں سے محض 30 سے 40 خواتین نے حجاب کا استعمال کیا تھا مگر یہ بھی بلجیئم حکومت کو گوارہ نہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ جارحانہ رویہ اختیار کرنے والا ملک فرانس ہے، اس کی پیروی کرتے ہوئے بعض دسرے ممالک نے بھی حجاب پر پابندی کی اور ڈنمارک نے حجاب پر پابندی عائد کی اور اب فرانس اور ڈنمارک کے بعد ہالینڈ میں بھی اسلامی حجاب پر مکمل پابندی عائد کردی گئی، ہالینڈ میں 2007ء سے اسلام مخالف پارٹی P.V.V حجاب پر پابندی کا مطالبہ کررہی تھی جس کو 2012ء میں قانونی طور پر منظور کرلیا گیا اور حجاب پر پابندی عائد کردی گئی، قانون کی رو سے حجاب پہننے والی خواتین پر 510 ڈالر کا جرمانہ بھی عائد کیا جائے گا، ہالینڈ کے وزیر اعظم کا کہنا ہے کہ یہ پابندی ہر اس چیز پر ہوگی جس سے کسی خاتون کا چہرہ چھپتا ہو، واضح رہے کہ ہالینڈ کی سترہ ملین آبادی میں سے تقریباً ایک ملین آبادی مسلمانوں کی ہے، مغربی ممالک میں ایک بڑی تعداد میں مسلم لڑکیاں صرف اس وجہ سے تعلیم سے محروم کردی جاتی ہیں کہ وہ مغربی کلچر کے بجائے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا چاہتی ہیں۔

اسلامی ممالک کے خلاف جنگی محاذ پر امریکہ قیادت کر رہا ہے تو دین اسلام پر شرمناک حملوں کی قیادت پوپ اور دینی شعائر کے خلاف باگ ڈور کی قیادت برطانیہ کے ہاتھ میں ہے، جہاں ان دونوں حجاب خاص موضوع سخن بنا ہوا ہے، مغربی ممالک جہاں نہ صرف انسان کو مادرزاد برہنہ رہنے کی اجازت ہے، ہم جنس پرستی کو قانونی منظوری بھی حاصل ہے، وہاں حجاب پر یہ کہہ کر پابندی عائد کی جارہی ہے کہ یہ ایک امتیازی رویہ ہے جسے برداشت نہیں کیا جاسکتا، حالانکہ جس طرح انسان کو ننگے رہنے کی آزادی ہے اسی طرح انسان کو اس بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ خود ملبوس و مستور رکھے۔

خواتین کا حجاب اس زمانہ میں مغربی اقوام کا سب سے بڑا مسئلہ بن چکا ہے، یورپ میں تقریباً دو کروڑ سے زائد مسلمان

ہیں فرانس میں 60 لاکھ کے قریب مسلمان آباد ہیں، جن میں تقریباً 30 لاکھ مسلمان یہاں کی شہریت رکھتے ہیں، لیکن ان کے مذہبی جذبات کی پرواہ کیے بغیر وہاں حجاب کو لے کر ایک طوفان برپا رہتا ہے، اوراب اس سلسلہ میں فرانس گویا کہ قیادت کی ذمہ داری انجام دے رہا ہے۔

یورپ میں اسلامی شعائر کی مخالفت کی بنیادی وجہ مغربی مفکرین یہ کا اعتراف ہے کہ یورپ میں اسلام کی مقبولیت بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے، اوراگر اس کے روکنے کی مؤثر کوشش نہ کی گئی تو چند دہائیوں بعد یورپ میں صرف اسلام کی حکومت ہوگی، اور 2050ء تک اسلام یورپ کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا۔ آج اسلام کو یورپ میں خاصی مقبولیت حاصل ہورہی ہے، اور مسلمان یورپی قوم کا حصہ بن چکے ہیں، جن میں سے اکثریت کو یہاں کی شہریت بھی حاصل ہوچکی ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق نائن الیون کے واقعہ کے بعد برطانیہ میں قران مجید کے نسخوں کی فروخت سات گنا بڑھ گئی ہے، قبول اسلام کی شرح میں پانچ تا دس فیصد اضافہ ہوا ہے، اور ان میں بھی عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ ایک سروے کے مطابق نائن الیون کے بعد مغربی فضا میں اسلام کے بارے میں زبردست تجسس پیدا ہوا جس کی وجہ سے اسلام کا پیغام یورپی باشندوں کو اپیل کرنے کا باعث بن گیا، مبصرین کا کہنا ہے کہ ہرسال کئی ہزار لوگ اسلام قبول کررہے ہیں، فرانس میں ایک بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، وہاں کے صدر نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ میں اس بات کو پسند کروں یا نہ کروں مگر یہ حقیقت ہے کہ اسلام فرانس کا دوسرا سب سے مقبول مذہب بن چکا ہے۔

اسلامی شعائر کی توہین کے ذریعہ اہل مغرب سکون نفس کا کچھ سامان تو حال کرسکتے ہیں لیکن اس کے ذریعہ اسلام کی پیش رفت کو روک پانا ان کے لیے ناممکن ہے، یہ اسلام کی حقانیت اور اس کی ابدیت کی دلیل ہے کہ ہزار مخالفتوں اور پرپیگنڈوں کے باوجود اسلام کی مقبولیت بڑھتی جارہی ہے، اسلام کو پوری دنیا میں پھیلنا ہے، اس کا فیصلہ اللہ رب العزت کی جانب سے ہوچکا ہے، اہل مغرب چاہے جتنی مخالفت کریں آج نہیں تو کل ان کو اس کا اعتراف کرنا ہوگا، اور دنیا امن وسکون کی تلاش میں پھرتی ہوئی اسلام کی دہلیز پر ضرور پہنچے گی، لیکن یہ ضرور ہے کہ اس وقت تک انسانوں کو بہت سی وہ صلاحتیں جو تعمیر انسانیت کا کام کرسکتی ہیں اسلام مخالفت میں ضائع ہوتی رہیں گی۔

DECLARATION OF OWNERSHIP AND OTHER DETAILS

FORM 4 RULE 8

Name of Paper:	Payam-e-Arafat
Place of Publication:	Raebareli
Periodicity of Publication:	Monthly
Chief Editor:	Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
Nationality:	Indian
Address:	Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001
Printer/Publisher:	Mohammad Hasan Nadwi
Nationality:	Indian
Address:	Maidanpur, Post. Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) India
Ownership:	Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi

I, Mohammad Hasan Nadwi, printer/publisher declare that the above information is correct to the best of my knowledge and belief.

(March 2012)

آج کل

فکر جمیل خواب پریشاں ہے آج کل
شاعر نہیں ہے وہ جو غزل خواں ہے آج کل

ساز حیات ساز شکستہ ہے ان دنوں
بزم خیال جنت ویراں ہے آج کل

آنکھیں تمام مشہد عشق و جمال ہیں
سینہ تمام گنج شہیداں ہے آج کل

انسانیت کہ جس سے عبارت ہے زندگی
انساں کہ سائے سے بھی گریزاں ہے آج کل

دل کی جراحتوں کہ کھلے ہیں چمن چمن
اور اس کا نام فصل بہاراں ہے آج کل

صحن چمن میں بوئے وفا کا پتہ نہیں
رنگ رخ بہار پر افشاں ہے آج کل

تحصیل علم و کسب خطابت کے باوجود
تہذیب نفس، سر بہ گریباں ہے آج کل

کیسا خلوص، کس کی محبت، کہاں کا درد
خود زندگی متاع گریزاں ہے آج کل

افتاد بن گئی ہیں وسیع الخیالیاں
کم ظرفیٔ مزاج نمایاں ہے آج کل

سازش دغا، فریب، سخن پروری دروغ
ہر دور کا یہ نسخۂ آساں ہے آج کل

اخلاق ایک فن ہے جو عصر جدید میں
انداز حسن بن کے نمایاں ہے آج کل

شائستگی کے بھیس میں ہے روح زندگی!
انسان کے لباس میں شیطاں ہے آج کل

وہ قومیت کہ جس سے ہے انسانیت ذلیل
ہندوستاں میں کس قدر ارزاں ہے آج کل

ہے زخم کائنات جو ہندو ہے ان دنوں
ہے داغ زندگی، جو مسلماں ہے آج کل

تعداد ایک فرقہ کی جتنی بھی گھٹ سکے
کار ثواب و کار نمایاں ہے آج کل

وہ دن گئے کہ طائر مقصود تھا شکار
انسان کا شکار خود انسان ہے آج کل

کہتے ہیں جس کو صورت آزادیٔ وطن
در اصل ایک پیکر بے جاں ہے آج کل

کانٹے کسی کے حق میں کسی کو گل و ثمر
کیا خوب اہتمام گلستاں ہے آج کل

سرمایہ داریوں کی طرفداریاں ہیں سب
لیکن مفاد عام کا عنواں ہے آج کل

نسبت اب اس کو شاہد مستور ہے کہاں
شاعر ہے اور پیکر عریاں ہے آج کل

کچھ رہبران قوم، جو مخلص ہیں واقعی!
ان کا چراغ بھی تہ داماں ہے آج کل

لیکن میں دیکھتا ہوں در پردۂ شہود
فطرت کا انتقام خراماں ہے آج کل

اس سے تو خودکشی ہی غنیمت ہے اے جگر
وہ مصلحت جو پیشۂ مرداں ہے آج کل

(جگر مرادآبادی)

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly **Payam-e-Arafat** Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

VOLUME 4 | **MARCH 2012** | ISSUE 03

اردو مطبوعات

(۱) حدیث نبوی ﷺ (از–علامہ عبدالحی حسنیؒ) 120/-

(۲) قرآنی افادات 250/-

(۳) سیرت رسول اکرم ﷺ 150/-

(۴) رمضان المبارک اور اس کے تقاضے 80/-

(۵) اسلام کے تین بنیادی عقائد 80/-

(۶) مطالعہ حدیث کے اصول ومبادی 30/-

(۷) مالیات کا اسلامی نظام 30/-

(۸) میری علمی ومطالعاتی زندگی 30/-

(۹) حیات عبدالحی زیر طبع

(۱۰) تذکرہ مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی 50/-

از–حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

(۱۱) مکتوبات مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی (اول) 80/-

(۱۲) مکتوبات مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی (دوم) 150/-

مرتب مولانا حمزہ حسنی ندوی

(۱۳) تاریخ تدوین حدیث (از–علامہ عبدالرشید نعمانیؒ) 110/-

(۱۴) خانوادۂ علم اللّٰہی 150/-

(۱۵) صادقین صادق پور 55/-

(۱۶) مشہد بالاکوٹ (از–حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ) 18/-

(۱۷) قرآن آپ سے مخاطب ہے 50/-

(۱۸) تذکرۂ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ 70/-

(۱۹) جادۂ فکر وعمل (از–مولانا محمد الحسنیؒ) 60/-

(۲۰) امت مسلمہ (رہبر اور مثالی امت) 110/-

از–مولانا محمد رابع حسنی ندوی

(۲۱) تذکرہ مولانا کرامت علی جونپوریؒ 35/-

از–مولانا مجیب اللہ ندویؒ

(۲۲) نیک صحبت کی ضرورت (از–مولانا عبداللہ حسنی ندوی) 22/-

(۲۳) حدیث کی روشنی 30/-

(۲۴) سوانح مفکر اسلامؒ 200/-

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

(۲۵) دعوت وفکر کے اہم پہلو

(۲۶) اصلاح معاشرہ (از–بلال عبدالحی حسنی ندوی) 80/-

(۲۷) تجہیز وتکفین کتاب وسنت کی روشنی میں 60/-

(۲۸) مسلکی اختلافات اور راہ اعتدال 150/-

از مفتی راشد حسین ندوی

عربی کتب

(۲۹) تنویر الآفاق فی شرح تهذيب الأخلاق زیر طبع

(۳۰) الهند في العهد الإسلامي زیر طبع

(۳۱) الغناء في الإسلام (از–علامہ عبدالحی حسنی) 65/-

(۳۲) إذا هبت ريح الإيمان 80/-

از–حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی

(۳۳) شرح نزهة النظر في شرح نخبة الفكر 140/-

از–علامہ وجیہ الدین گجراتی

(۳۴) مع الحقيقة 50/-

(۳۵) أضواء على الطريق (از–مولانا محمد الحسنیؒ) 50/-

(۳۶) مبادی و أصول في علم حديث الرسول ﷺ 18/-

از–بلال عبدالحی حسنی ندوی

(۳۷) الفقه الميسر (از–مفتی راشد حسين ندوی) 200/-

انگریزی کتب

(38) The Economic Order In Islam Rs.30/-
By Maulana Abul Hasan Ali Nadwi
(Translated By Ehsanul Haque Nadwi)

(39) Muhammad-The Last Prophet Rs. 170/-
By Maulana Abul Hasan Ali Nadwi
(Translated by Shah Ebadur Rahman)

رابطہ:
Sayyid Ahmad Shaheed Academy
Mob: 9918385097

Designed by Mohammad Makky Hasani Nadwi

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli, U.P.
Mobile: 9918385097, 9918818558
E-Mail: markazulimam@gmail.com
www.abulhasanalinadwi.org

Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi
On Behalf of: Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi
Printed at S.A. Offset Printers, Masjid ke peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli, U.P.